# تعمیرِ حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ


## ذبحِ عظیم

" وہ ذبحِ عظیم" جس کو دیگر حضرت اسمٰعیل جسمانی قربانی سے بچ جاتے ہیں، وہ ان کی روحانی قربانی ہے، روحانی قربانی جسمانی قربانی کے مقابلہ میں یقیناً ذبحِ عظیم ہے، جسمانی قربانی کی تکلیف تو ایک لمحہ کی بات ہے، مگر روحانی قربانی تو کسی امرِ حق کی خاطر ساری زندگی کی جیتے جی کی قربانی ہے، جس میں مر کر نہیں بلکہ جی کر حق کی راہ میں ہر تکلیف اور مصیبت کو انگیز کرنا اور ہر وقت موت کے لیے آمادہ رہنا ہے،

حضرت اسمٰعیلؑ نے اس کی خاطر ملکِ شام کے سبزہ زار کو چھوڑا، وہاں کے عیش و آرام کو خیرباد کہا، عزیز و اقارب کو ترک کیا، اور ایک لق و دق صحرا میں تن تنہا رہنا گوارہ کیا، وہاں خدا کے نام کا ایک گھر بنایا اور اس کو آنے جانے والے مسافروں اور سوداگری کے قافلوں کے لیے مرکزی گذرگاہ ٹھہرایا اور اس طرح دینِ حق کی تبلیغ اور خانۂ خدا کی پاسداری کے لیے نہ صرف اپنی زندگی تک بلکہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور تک جو رب وابعث فیھم کی ابراہیمی دعا کی قبولیت کا زمانہ تھا، اپنی پوری نسل کو ایسے صحرائے بے آب و دانہ میں گذار دینے کا حکم دیا، یہ تھی وہ عظیم الشان قربانی جو حضرت اسمٰعیلؑ کی جسمانی قربانی کی تمثیل میں حضرت ابراہیمؑ کو دکھائی گئی، اور آج کے دن تک یہ روحانی قربانی ملتِ ابراہیمی کی حقیقت اور نسلِ اسماعیلی کی شریعت ہے اور جانور کی جسمانی قربانی اس حقیقت کا مجاز ہے، اور اسلام میں جہاد اس مجاز کی حقیقت ہے۔

مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ ماخوذ از: مقالاتِ سلیمان ص ۳۱۰


سالانہ ۔۔۔ روپے

۱۶ اپریل ۱۹۹۶ء

فی شمارہ ۵ روپے



Regd No. LW/NP56
Fax No. : (0522) 380570

Principal 372336
Guest House 372...

# TAMEER-E-HAYAT

FORTNIGHTLY
NADWATUL-ULAMA, LUCKNOW-226 007 (India)

Rs. 5/-



آپ کی خدمت میں جدید و دلکش

سونے چاندی کے زیورات کیلئے

ہمارا نیا شوروم

گہنہ پیلس

حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں محمد معروف خاں

ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک لکھنؤ

فون نمبر ۲۶۰۴۳۳

اظہار احمد اینڈ سنس پرفیومرس

IZHAR AHMAD & SONS
PERFUMERS
TRADE MARK
CHOWK - LUCKNOW

لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف صندل سے تیار کردہ خوشبو دار عطریات، عمدہ و اعلیٰ قسم کے روغنیات و عرق کیوڑہ، عرق گلاب و دیگر عطریات کی ــــ

ایک قابلِ اعتماد دوکان۔ ایک مرتبہ تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں ــــ

فون:- 268898

خط و کتابت کا پتہ

اظہار احمد اینڈ سنس پرفیومرس، چوک لکھنؤ

چشمہ ساگر

جاپانی کمپیوٹر کے ذریعہ آنکھوں کی جانچ ہوتی ہے۔

AUTO REFRCCTO METER AR.860

ڈوٹو کرائک، کوٹیڈ لینس، ہائی انڈیکس ریزی لینس، فینسی بارڈر و دھوپ کے چشموں کا خاص مقام۔

ــــ ایک بار خدمت کا موقع دیں ــــ

آپٹیشین ۔ اے ۔ رحمٰن (علیگ)

شنکر مجاری مورتی کے نزدیک، معتبر گنج ۔ اعظم گڑھ

مئو کے اصلی نورانی تیل کی خاص پہچان

لیبل پر لائسنس نمبر U-18/77 اور کیپ کے اوپر MAU CITY ہے تب اصلی ہے اگر یہ دونوں پہچان نہ ہو تو نقلی ہے۔

نورانی تیل

درد۔ زخم۔ چوٹ۔ کٹنے جلنے کی مشہور دوا

انڈین کیمیکل کمپنی، مئوناتھ بھنجن یوپی

۷۹۲۲
۱۲۳۷۸۹

پندرہ روزہ

# تعمیرِ حیات

لکھنؤ

مجلس صحافت و نشریات دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد نمبر ۳۴ | ۱۰ اپریل ۱۹۹۶ء - مطابق - ۲ ذی الحجہ ۱۴۱۶ھ | شمارہ نمبر ۱۱

زیر نگرانی :-
مولانا قاضی معین اللہ صاحب ندوی (نائب ناظم ندوۃ العلماء)
مولانا ڈاکٹر عبداللہ عباس صاحب ندوی (معتمد تعلیمات دارالعلوم ندوۃ العلماء)
مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی (مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء)
پروفیسر وصی احمد صدیقی صاحب (معتمد مالیات ندوۃ العلماء)

مدیر مسئول :
شمس الحق ندوی
مجلس ادارت :
مولانا مفتی محفوظ الرحمٰن ندوی، مولانا محمد خالد ندوی
مولانا مجد اللہ حسنی ندوی، ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

زرِ تعاون

| | |
|---|---|
| سالانہ | ۱۰۰ روپے |
| فی شمارہ | پانچ روپے |

بیرونی ممالک فضائی ڈاک :-
ایشیائی، یورپی، افریقی و امریکی ممالک
۲۵ ڈالر
بیرونی ممالک بحری ڈاک :-
بحری ڈاک جملہ ۱۰ ڈالر

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے، لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ سو روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔

گذارش

خط و کتابت کا پتہ

مینجر تعمیرِ حیات پوسٹ بکس ۹۳ ندوۃ العلماء لکھنؤ 226007 یوپی

ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت و نشریات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں

خط و کتابت میں اپنا پورا پتہ اور پن کوڈ نمبر ضرور لکھیں

پرنٹر پبلشر شاہد حسین نے پاریکھ آفسٹ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت و نشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا

حامد

# بارگاہِ خداوندی میں پسندیدہ عمل

ڈاکٹر محمد لقمان اعظمی ندوی صدر شعبہ اسلامک اسٹڈیز ٹیچرس ٹریننگ کالج جامعہ السویدیہ
ترجمہ: شمس الحق ندوی

عن هشام قال أخبرني أبي عن عائشة أن النبي صلى الله عليه وسلم دخل عليها وعندها امرأة، قال: من هذه؟ قالت فلانة، تذكر من صلاتها، قال: مه عليكم بما تطيقون، فوالله لا يمل الله حتى تملوا، كان أحب الدين إليه ما دام صاحبه۔

ہشام نے کہا کہ مجھ کو میرے والد نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے بتایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس آئے اس وقت ان کے پاس ایک خاتون موجود تھیں، آپ نے پوچھا کون ہیں؟ حضرت عائشہ رضؓ نے جواب دیا فلاں خاتون ہیں اپنی نماز کا تذکرہ کر رہی ہیں۔ (یہ سن کر) آپ نے فرمایا: (بس کرو تم پر اتنا ہی کرنا ضروری ہے جتنے کی تم میں طاقت ہو، خدا کی قسم اللہ تعالیٰ (دینے سے) نہیں اکتائے گا یہاں تک کہ تم (خود) اکتا جاؤ) آپ کے نزدیک دینداری کا وہی زیادہ پسندیدہ ہے جس پر اس کا عمل کرنے والا پابندی کرے۔

اسلام دین فطرت ہے نفس انسانی اپنی فطرت کے مطابق اس کو برضا و رغبت قبول کرتا ہے یہ سہولت و آسانی کو ملحوظ رکھنے والا دین ہے، وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتارا ہوا دین ہے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اول روز سے خوب جانتا ہے وہ اس کی اندرونی کیفیتوں، پیچ و خم سے خوب واقف ہے۔

لہٰذا بہت نرمی سے اس کو موڑتا ہے وہ اس کی داخلی و خارجی سب چیزوں کو جانتا ہے اس لئے اس کو استقامت والی راہ بتاتا ہے چونکہ اللہ تعالیٰ انسان کی صلاحیتوں کو جانتا ہے اس لئے اس کی صلاحیت سے زیادہ بوجھ اس پر نہیں ڈالتا ہے، اللہ تعالیٰ انسان کی ضرورتوں اور شوق و رغبت سے خوب واقف ہے اس لئے اس کو اس کا پورا پورا حق دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انسان کی تعمیری اور عملی طاقت کو جانتا ہے لہٰذا اس کو عمل و تعمیری کام کے لئے آزاد چھوڑ دیتا ہے کہ اپنے اختیار سے کرے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دین دین آسان ہے جو شخص بھی اس میں شدت (غلو) اپنائے گا دین اس پر غالب آجائے گا (یعنی یہ اپنے غلو کو نباہ نہ پائے گا تھک ہارے گا) تم دین پر ٹھیک ٹھیک عمل کرو غلو سے بچو! اگر پورا پورا عمل نہیں کر سکتے تو اس کی کوشش میں لگے رہو کہ اس کے قریب قریب عمل ہو سکے، اور پابندی سے کئے جانے والے عمل کے ثواب کی خوشخبری سنو! آسانی کو اپناؤ، صبح شام اور رات کے حصول سے مدد حاصل کرو (یعنی ان وقتوں میں خدا کو یاد کرو) مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص اعتدال و میانہ روی کی راہ نہ چھوڑے۔ ابن تین نے کہا کہ اس حدیث میں ایک خاص نبوی شان ہے، آپ کو معلوم تھا کہ غلو پسند زیادہ دنوں تک اس کو نباہ نہ پائے گا، اور عمل چھوڑ دے گا اس حدیث کا مطلب یہ نہیں کہ آپ کمال عمل سے منع فرما رہے ہیں، بلکہ یہ پسندیدہ معمول میں سے ہے، اس میں ممانعت اس غلو کی ہے جو اکتاہٹ پیدا کر دے، نوافل میں بہت زیادہ مبالغہ افضل کے ترک میں مبتلا کر دیتا ہے، اور فرض کو اس کے وقت پر ادا کرنے میں تاخیر کا سبب بن جاتا ہے جیسے کوئی پوری رات نوافل میں مشغول رہے پھر رات کے آخری حصہ میں نیند کا غلبہ ہو نیند آجائے اور فجر کی نماز قضا ہو جائے۔

سلف صالحین نے دین کو اسی مفہوم میں آسان سمجھا ہے اور کتب احادیث اور سیرتے اس کا ثبوت بھی ملتا ہے جیسا کہ اس حدیث سے بھی ثابت ہو رہا ہے جس کی تشریح میں یہ سطریں لکھی جا رہی ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس آسان اور مطابق فطرت دین کو باقی و جاری رکھنے کا فیصلہ فرمایا ہے، عہد رسول میں ایسے واقعات پیش آئے ہیں جن سے اس دین کی آسانی و سہولت کا پتہ چلتا ہے، اور جو قیامت تک کے لئے عملی نمونہ کی حیثیت رکھتے ہیں، اوپر جس حدیث کا ذکر ہوا ہے، یہ خاتون بڑی دیندار خاتون تھیں ان کا نام خولا تھا وہ اُم المومنین حضرت عائشہ ہی کے قبیلے سے تھیں، بیان کیا گیا ہے کہ وہ رات بھر سوتی نہیں تھیں، وہ حضرت عائشہ کے پاس برابر آتی رہتی تھیں، ایک دن حضرت عائشہ رضؓ کے گھر سے جانے کے لئے اٹھیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا یہ کون ہیں؟ حضرت عائشہ رضؓ نے جواب دیا یہ فلاں عورت ہیں، یہ تمام اہل مدینہ میں سب سے زیادہ عبادتگذار ہیں، پھر تفصیل بیان کی، یہ دین اسلام کی سہولت و آسانی کو بیان کرنے کا بہترین موقع تھا، آپ نے فرمایا اتنے ہی عمل کی کوشش کرو جتنا کر سکو

(باقی ص ۳ پر)

# اس شمارے میں


| | | |
|---|---|---|
| ۱۔ | درس حدیث | مولانا محمد لقمان اعظمی ندوی ۲ |
| ۲۔ | قل موتوا بغیظکم (اداریہ) | ع ـ ع ـ ن ۵ |
| ۳۔ | غزل | عثمان احمد قاسمی جونپوری ۶ |
| ۴۔ | یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے | حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی ۷ |
| ۵۔ | علامہ سید عبدالحیؒ اور علمی کارنامے | پروفیسر خلیق احمد نظامی ۱۱ |
| ۶۔ | محبت کا پیغام عصر حاضر کے نام | مولانا محمد الحسنیؒ ۱۴ |
| ۷۔ | علامہ سید عبدالحی حسنی سیمنار | پروفیسر محمد یونس نگرامی ۱۶ |
| ۸۔ | عشرہ ذی الحجہ کی فضیلت | مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری ۱۹ |
| ۹۔ | سفرنامۂ حج | محمود حسن حسنی ندوی ۲۱ |
| ۱۰۔ | قربانی ہر صاحب نصاب پر فرض ہے | ابوحامد ندوی ۲۳ |
| ۱۱۔ | سوال وجواب | محمد طارق ندوی ۲۴ |
| ۱۲۔ | اجودھیا کا المیہ | مادھو گوڈبولے ۲۵ |
| ۱۳۔ | ندوہ کے شب و روز | حسین احمد ندوی ۲۷ |
| ۱۴۔ | کاش کچھ ہوتا ..... تعمیر حیات | خلیل پرتاپ گڈھی ۲۸ |
| ۱۵۔ | مطالعہ کی میز پر | ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی ۲۹ |
| ۱۶۔ | عالمی خبریں | سید اشرف ندوی ۳۱ |


## شرائط ایجنسی

۱۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔
۲۔ فی کاپی =/۱۰ روپے کے حساب سے زرضمانت پیشگی روانہ کرنا ضروری ہے۔
۳۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

## نرخ اشتہار

۱۔ تعمیر حیات کالمی فی سینٹی میٹر =/R.20
۲۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔
۳۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔

## بیرون ملک نمائندے

**مدینہ منورہ**
Mr. TARIQUE HASAN ASKARI Sb.
P.O.Box No. 842
MADINA MUNAWWARAH -(K.S.A.)

**برطانیہ**
Mr. M. AKRAM NADWI
O.c.I.S.
St. CROSS COLLEGE
Oxford OX1 3TU - U.K.

**ساؤتھ افریقہ**
Mr. M. YAHYA SALLO NADVI Sb.
P.O.Box No. 388
Vereniging
(S.AFRICA)

**قطر**
Mr. ABDUL HAI NADVI Sb.
P.O.Box No. 10894
DOHA - QATAR

**دبئی**
Mr. QARI ABDUL HAMEED NADVI Sb.
P.O.Box No. 12525
DUBAI -(U.A.E.)

**پاکستان**
Mr. ATAULLAH Sb.
Sector A-50, Near Sau Quater
H. No. 109 Town Ship Kaurangi
KARACHI-31 (Pakistan)

**امریکہ**
Dr. A. M. Siddiqui Sb.
98- Conklin Ave
Woodmere
New York 11598 -(U.S.A.)





اداریہ

# قُلْ مُوْتُوْا بِغَیْظِکُمْ

کوئی مسلم ملک کسی مصیبت کا شکار ہو جائے، کسی طرح کی بدحالی یا شورش میں مبتلا ہو جائے تو امریکہ اور یورپ کے اخبارات، رسائل و مجلات اس کی تشہیر میں کوئی کمی نہیں کرتے، اخبارات شاہ سرخیاں لگاتے ہیں، مجلات، فیچرز اور تحقیقات شائع کرتے ہیں، اور یہ سلسلہ کئی دن اور کبھی ہفتوں چلتا ہے، گذشتہ باتوں کو چھوڑیئے، اگر آپ ٹرپیون، یاندن کے ٹائم میں امت اسلامیہ (یہ لفظ اُمّة اب انگریزی اور یورپین زبانوں کی ڈکشنری میں داخل ہو چکا ہے) متعلق کوئی خبر تلاش کریں تو افغانستان میں طالبان اور ان کے مخالف گروپ کے درمیان جھڑپوں کی خبر کوئی نہ کوئی مل ہی جائے گی۔ طالبان نے عالم انسانیت پر کتنا بڑا ظلم کیا ہے کہ عورتوں کی آوارہ گردی پر پابندی لگادی ہے، دفتروں میں کام کرنے والوں کے لئے ضابطۂ اخلاق مقرر کر دیا ہے۔ یہ ایک کہانی ہے جو بار بار دہرائی جارہی ہے، الفاظ اور پیرایۂ بیان بدل بدل کر اس طرح ان کو دہرایا جارہا ہے کہ کہیں لوگ بھول نہ جائیں اور طالبان کو امن پسند نہ سمجھ لیں۔

اور اس کے ٹھیک بالمقابل کہیں ایسا واقعہ پیش آجائے جس میں مسلمانوں کی وحدت کلمہ کے آثار پائے جاتے ہوں، ایک دور کی، بہت دور کی وہمی بات کہ مسلمانان عالم کہیں متحد نہ ہو جائیں، ان ہر بانوں کی نیند اڑانے کے لئے کافی ہے۔ ابھی حال میں ایک محدود قسم کی کانفرنس مسلم سربراہوں اور ان کے نمائندوں کی پاکستان میں ہوئی۔ جس میں اقوام متحدہ کے خصوصی نمائندہ، ترکی، ایران، پاکستان، صومال جیبوتی وغیرہ کے سربراہ حکومت شریک تھے، اور بعض ملکوں نے وزیر خارجہ یا اس کی سطح کے نمائندے بھیجے، اسلام آباد کے اعلامیہ میں اکیسویں صدی عیسوی کے لئے ایک ڈھیلی ڈھالی پالیسی طے ہوئی۔ ۵۷ ملکوں کے نمائندوں کا یہ اجتماع ان اخبارات کے تیسرے صفحہ کے کسی کونے میں بھی جگہ نہ پاسکا، جیسے یہ کوئی واقعہ قابل التفات نہیں تھا۔ پریس کی آزادی، اظہار رائے کی آزادی صرف اس وقت سامنے آتی ہے جب کوئی بیہودہ اسلام کے خلاف ہذیان بکے۔ پھر اس وقت دیکھئے... انداز گفتار، تیل اور تیل کی دھار۔

۱۹۶۲ء میں ان سطور کا راقم برطانیہ کے شہر لیڈز میں تھا، عید کے موقع پر یورک شائر پوسٹ کے نمائندہ اور مقامی ٹی وی نے اس "اسلامی دن" پر ایک فیچر شائع کیا، خیال تھا کہ مسلمانوں کے اجتماع کی تصویریں آئیں گی۔ خطبۂ عید کے اہم نقاط ہوں گے، مسلمانوں کے گلے ملنے کے مناظر دکھائے جائیں گے، اخبار نکلا تو مسجد کے باہر جوتوں کے ڈھیر کی ایک تصویر تھی اور "انسانیت کے نقدان" اور "اخلاق کی گراوٹ" کا افسانہ یوں بیان کیا گیا کہ کسی محدود آمدنی والے شخص کا موزہ کہیں پھٹا ہوا ہو یا اس میں رفو کیا گیا ہو تو وہ کس طرح اپنی عزت محفوظ کر سکتا ہے۔ جب کہ جوتے اس کو مسجد سے اتارنا پڑیں گے۔ اس بات کو ایک کالم میں طول دے کر شائع کیا گیا۔ اور یہی عید کا جشن تھا جو اخبار نے دکھایا، حالانکہ عید کے موقع پر وہاں کے مسلمان تارکین وطن اپنے روایتی لباس پہن کر آتے ہیں، طرح طرح کی شیروانیاں اور رنگ برنگ کی ٹوپیاں دکھائی دیتی ہیں، بچوں کے زرق برق لباس، چہروں پر مسکراہٹیں، اور آپس کی مبارکبادیاں، کوئی بات بھی جاذب نظر نہ بن سکی۔ قابل ذکر بات تھی جوتے اور جوتوں کے ڈھیر، اور کہیں سے مسکے ہوئے یا رفو کئے ہوئے موزے!!

ابھی سال دو سال پہلے کی بات ہے کہ ایک مسلمان کرکٹ کے کھلاڑی عمران خاں نے ایک مالدار یہودن کو مسلمان کرکے نکاح کر لیا، اس طرح کی شادیاں لاکھوں ہو چکی ہیں اور ہوتی رہتی ہیں، مگر آپ کو یاد ہوگا کہ یورپین اخبارات کو جیسے سرسام ہو گیا ہے، غم و غصہ کی ایک لہر تھی جو اسلام کو بدنام کرنے اور اسلام کے خلاف بدگوئی اور بدبینی کی دبا آگئی ہے، وہ دہ تیر و نشتر کی بارش ہوتی رہی۔ جیسے اسلام نے یورپ پر حملہ کر دیا ہے۔ حالانکہ مسلمانوں کے لئے اس خبر میں کوئی اہمیت کی بات نہیں تھی، کرکٹ سے دلچسپی رکھنے والوں کے لئے اس کھیل کے ایک ہیرو کی خبر دلچسپی کی بات

ہوگی، مگر اس خبر نے یورپ کے دماغ پر ایسی ہٹ لگائی کہ ہمیں بھی محسوس ہونے لگا کر شاید اس کے اندر مسلمانوں کے لئے خوش کن گوشہ ہے۔

ایک قدیم عرب دانشور اور شر نگار جاحظ نے لکھا ہے" أفرأ الجاحی فی اسار یروجھہ" (میں اپنی کامیابی دشمن کے چہروں میں پڑھ لیتا ہوں) واقعہ یہ ہے کہ دشمن کا چہرہ (اور اب موجودہ دور میں اس کا قلم) پتہ دیتا ہے کہ ہم نے کوئی اچھا کام کیا ہے، یہ بوکھلاہٹ، یہ دریدہ دہنی، یہ بیہودہ گوئی بے سبب نہیں ہے۔ اب اس میں ہم اپنے بدخواہوں کی کیا مدد کر سکتے ہیں۔ "قُلْ مُوتُوا بِغَيْظِكُمْ" (آپ کہہ دیجئے کہ تم مرو اپنے غصہ میں)۔

## دعائے مغفرت

دفتر نظامت کے محرر محمد ارشاد صاحب کے والد جناب محبوب احمد صاحب کا فالج کے حملہ میں ۲۶ مارچ کو انتقال ہو گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

مرحوم صوم وصلوٰۃ کے پابند اور تعمیر حیات کے قدرداں تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے

● احمد میاں (محرر مطبع قدیم ندوۃ العلماء لکھنؤ) کی والدہ صاحبہ (والدہ مولانا انوار الحسن ندوی مرحوم) کا انتقال ۹ مارچ ۱۹۹۷ء کو ہو گیا اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مرحومہ صوم وصلوٰۃ کی پابند تھیں۔ ان کی تدفین رائے بریلی میں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کے درجات بلند فرمائے۔

● تعمیر حیات کے قدرداں ڈاکٹر نصیر الدین بلگرامی کا سندیلہ میں مختصر علالت کے بعد انتقال ہو گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس نصیب فرمائے قارئین کرام سے دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کی درخواست ہے۔

# غزل

عثمان احمد قاسمی جونپوری

رونے کا لطف دیدۂ پُرنم سے پوچھئے
مرنے میں جو مزہ ہے وہ عاشق بتائیں گے
تاج و سریر جاہ و حشم عظمت و جلال
تیر نگاہ ناز سے کٹتے ہوئے شہید
وہ زور اور طاقت و قوت کہاں گئی
دوڑیں تلاش آب میں کس طرح ہاجرہ
آئے بغیر باپ کے عیسیٰ وجود میں
لمحات ہجر کیسے گذرتے ہیں جان پر
هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ کہتی ہے بھرنے کے بعد بھی
عثمان نصف شب میں جو آیا تھا ئے کدے
جانے نہ کوئی قبلۂ عالم سے پوچھئے

یا ہو سکے تو رات میں شبنم سے پوچھئے
اس رتبۂ بلند کو آدم سے پوچھئے
اس لطف کو نہ خضر مکرم سے پوچھئے
سب کیا ہوئے سکندر اعظم سے پوچھئے
ہمت اگر ہو ابروئے پُرخم سے پوچھئے
مریم کی جو صفت ہے وہ مریم سے پوچھئے
رستم کہیں ملے تو یہ رستم سے پوچھئے
صدیق اور شاہِ دوعالم سے پوچھئے
ان کی طلب کو چشمۂ زمزم سے پوچھئے
آپ اس شرف کو زید بن ارقم سے پوچھئے
اس مہرباں کا نام ذرا غم سے پوچھئے
اک حکم تھا خدا کا جو مریم سے پوچھئے
یہ پوچھنا ہو آپ کو تو ہم سے پوچھئے
کتنا بڑا شکم ہے جہنم سے پوچھئے


بفضلہ

بہترین مٹھائیوں اور بیکری مصنوعات سے

وابستہ نام — سلیمان عثمان

چند خاص مصنوعات: افلاطون، ڈرائی فروٹ برفی، ڈرائی ڈیٹ برفی، انجیر پاک، اخروٹ پاک، انڈا پاک، بادام کارغفرانی حلوہ، بادامی حلوہ، سوہن حلوہ، بادامی سوہن حلوہ، کاجو حلوہ، کاجو رول، بلیک کیک... (ان کے علاوہ کاجو بسکٹ اور دیگر ہر قسم کے بسکٹ خستہ نان خطائیاں)

شیریں رواج، شیریں مزاج

سلیمان عثمان مٹھائی والے

Fax: 009122-8341635 Telex: 011-79341 BARI IN






# یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

حضرت ابراہیمؑ شہر کے ایک بڑے مجاور یا پروہت کے گھر میں پیدا ہوئے جس کا پیشہ بت گری و صنم تراشی تھا، اور جو شہر کے سب سے بڑے معبد میں مجاور تھا اور عقیدہ اور پیشہ دونوں میں اس معبد کے ساتھ منسلک، یہ بڑی دشوار صورت حال تھی اس لیے کہ جب عقیدہ پیشہ کے ساتھ اور دینی جذبہ مالی منفعت کے ساتھ مل جاتا ہے اور دونوں ساتھ چلنے لگتے ہیں تو اس وقت پیچیدگی اور دشواری پہلے سے کہیں زیادہ بڑھ جاتی ہے اس سخت اور تاریک ماحول میں کوئی ایسی چیز نہ تھی جو ایمان و محبت کو ابھار سکے اور اس مشرکانہ اور بت پرستانہ جہالت و حماقت کے خلاف بغاوت پر آمادہ کر سکے لیکن اس "قلب سلیم" کی بات ہی اور تھی جس کو نبوت اور عالم نو کی تعمیر کے لیے تیار کیا جا چکا تھا۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَآ اِبْرٰهِيْمَ رُشْدَهٗ مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا بِهٖ عٰلِمِيْنَ ۝ (سورہ انبیاء ۵۱)

اور بالیقین ہم (اس سے بھی) پہلے ابراہیم کو خوش فہمی عطا کر چکے تھے، اور ہم ان کو خوب جانتے تھے۔

وہ اپنی بغاوت اس مرحلہ سے شروع کرتے ہیں جہاں بعض اوقات دنیا کے بڑے سے بڑے انقلاب کا گزر نہیں ہوتا، یہ گھریلو زندگی کا مرحلہ ہے، اس گھر کا مرحلہ جہاں انسان پیدا ہوتا ہے، پلتا بڑھتا ہے اور جوان ہوتا ہے اور ہر چیز کا یہی تقاضا ہوتا ہے کہ وہ یہیں زندگی گزارے۔

اب وہ ساری باتیں پیش آتی ہیں جن کا قرآن مجید نے اپنے صاف، واضح اور بلیغ و معجزانہ اسلوب میں ذکر کیا ہے۔ ان میں حضرت ابراہیمؑ کا بتوں کو توڑنا، پجاریوں کی اس پر سخت برہمی حیرت اور لاچاری اور اس باغی اور حوصلہ مند نوجوان سے انتقام کی کوشش، ان کے لیے الاؤ روشن کرنا اور اس کا حضرت ابراہیمؑ کے حق میں ٹھنڈا اور باعث سلامتی بن جانا، جابر بادشاہ کے سامنے حضرت ابراہیمؑ کا بلیغ مناظرہ اور سوال و جواب سب چیزیں شامل ہیں لہ

یہ انکار اور بغاوت اس نتیجہ تک پہنچاتی ہے کہ سارا شہر ان کا دشمن ہو جاتا ہے پوری سوسائٹی ان سے برہم نظر آتی ہے، حکومت وقت بھی ان کا تعاقب کرتی۔ اور ایذا پہونچاتی ہے لیکن وہ اس سے کسی چیز کی بھی پرواہ نہیں کرتے اور اس کو کوئی اہمیت نہیں دیتے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے وہ اس کے منتظر اور اس نتیجہ کے پہلے ہی سے متوقع ہوں وہ اپنے شہر سے ٹھنڈے دل و دماغ کے ساتھ بہت خوش اور مطمئن ہو کر ہجرت کرتے ہیں؟ اس لیے کہ ان کی اصل پونجی یعنی دولت ایمان ان کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔ وہ بالکل تنہا اور بے یار و مددگار سفر کرتے ہیں ان کے ساتھ ایک آدمی بھی نہیں ہوتا اس سفر میں ان کو ہر جگہ انسانوں کا ایک ہی نمونہ نظر آتا ہے وہی بت پرستی، شرک و جہالت اور خواہشات کی گرم بازاری جس کو چھوڑ کر چلے تھے۔ ہر جگہ ان کو ملتی ہے، وہ مصر پہونچتے ہیں اور وہاں بڑی آزمائش اور اہانت سے دوچار ہوتے ہیں اور ابنی الہیہ کو جن پر بادشاہ وقت کی بری نظر تھی لیکر کامیابی کے ساتھ وہاں سے نکل جاتے ہیں۔ اس کے بعد شام پہونچتے ہیں۔ یہاں کی آب و ہوا ان کو راس آتی ہے اور وہیں طرح اقامت ڈال دیتے ہیں اور توحید کی دعوت اور بت پرستی کی مذمت کا کام دوبارہ شروع کر دیتے ہیں۔

شام میں جہاں سرسبزی و شادابی اور رزق کے وسائل بہت وافر تھے۔ اور جو قدرتی حسن سے مالا مال تھا ان کا جی لگتا ہے لیکن جلد ہی ان کو ایک ایسی سرزمین کی طرف جانے کا حکم ملتا ہے جو سرسبزی و شادابی میں شام کی بالکل ضد ہے لیکن حضرت ابراہیمؑ اپنا کوئی حق نہیں سمجھتے اور کسی سرزمین اور وطن سے ان کی وابستگی نہیں، وہ حکم کے بندہ اور چشم و ابرو پر چلنے والے ہیں اور ساری دنیا کو اپنا وطن اور پوری انسانیت کو اپنا خاندان سمجھتے ہیں ان کو اس کا حکم ملتا ہے کہ اپنی بیوی "ہاجرہ" اور شیر خوار بچہ کو لے کر یہاں سے ہجرت کر جائیں۔

ایک ایسی وادی اور سرزمین میں پہونچنے کے بعد جس کے چاروں طرف جلے ہوئے پہاڑوں کے سوا کچھ نہ تھا، جہاں کی آب و ہوا اور موسم بہت سخت، پانی مفقود اور ہر طرف سناٹا تھا اور کوئی ایسا مونس و غمخوار بھی نہ تھا جس سے دل کو سکون و اطمینان ہوتا ان کو یہ حکم ملتا ہے کہ اپنی کمزور و ناتواں بیوی اور اپنے چھوٹے بچہ کو اللہ کے بھروسہ پر اور محض اس کے حکم کی تعمیل میں

چھوڑ کر یہاں سے چلے جائیں اور اس طرح کہ راضی برضا ہوں، نہ جزع فزع ہو، نہ ڈر اور گھبراہٹ، نہ بے دلی واکتاہٹ، نہ عزیمت میں کمزوری، نہ وعدۂ الٰہی میں شک، بلکہ اس کے بجائے انسانی تجربوں کے خلاف بغاوت، طبعی اسباب کی مخالفت و مسائل سے بے نیازی اور انقطاعِ کلی، ایمان بالغیب اور خدا پر اس وقت بھروسہ اور اعتماد ہو جب قدم پھسلنے لگیں اور بدگمانے پیدا ہونے لگے۔

ان کے جانے کے بعد قدرتی طور پر وہ سب باتیں پیش آتی ہیں جن کا اندیشہ تھا بچہ پیاس سے بیتاب ہو جاتا ہے، اور ماں پر بھی پیاس کا غلبہ ہوتا ہے لیکن اس صحرا میں پانی کہاں؟ وہاں تو ان چھوٹے چھوٹے گڑھوں کا بھی وجود نہ تھا جن میں بچا کھچا پانی مل جاتا ہے۔ اب ماں کی ممتا جوش مارتی ہے، ان کو خطرہ کا احساس ہونے لگتا ہے اور وہ پانی کی تلاش میں یا کسی ایسے قافلہ کی جستجو میں جس کے پاس پانی مل جائے، بے تاب و بے قرار ہو کر والہانہ انداز میں دو پہاڑیوں کے درمیان دوڑنے لگتی ہیں۔ دوسری پہاڑی کے پاس پہونچنے کے بعد فوراً بچہ کا خیال آتا ہے کہ وہ نہ جانے کس حال میں ہو اس لیے رُکے بغیر پھر دوبارہ واپس آکر اطمینان کرتی ہیں کہ وہ زندہ اور بخیریت ہے۔ اس کے بعد پھر رہا نہیں جاتا۔ اور وہ دوبارہ پھر اسی پہاڑی کی طرف دوڑ جاتی ہیں کہ شاید کہیں کوئی آدمی نظر پڑ جائے یا پانی کی علامت کسی جگہ نظر آجائے۔ ایک طرف ان کے اندر وہ اضطراب و بے کلی ہوتی ہے جو اس صورت حال کا قدرتی نتیجہ ہے۔ دوسری طرف وہ سکینت جو صرف ایمان اور اعتماد علی اللہ سے پیدا ہوتی ہے۔ باوجود اس کے کہ وہ نبی کی بیوی اور نبی کی ماں ہیں۔ ظاہری اسباب اور سعی و تدبیر کو ایمان اور توکل کے منافی نہیں سمجھتیں، وہ مضطرب ضرور ہیں لیکن مایوسی کے ادنیٰ شائبہ کے بغیر خدا پر پورا بھروسہ رکھتی ہیں لیکن تعطل بے عملی اور سستی کے بغیر۔ ایسا منظر شاید چشم فلک نے کبھی نہ دیکھا تھا۔ اب رحمت الٰہی جوش میں آگئی اور معجزانہ طریقہ سے ایک چشمہ وہاں پھوٹ پڑا۔ یہ وہ زمزم کا مبارک اور لافانی چشمہ ہے جو نہ کبھی خشک ہوتا ہے نہ اس میں کوئی کمی آتی ہے، وہ ساری دنیا اور تمام نسلوں کے لیے کافی ہے اور آج تک سارا عالم اس سے فیضیاب اور سیراب ہو رہا ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے شفا بھی رکھی ہے، غذائیت بھی، اجر بھی اور برکت بھی۔

اللہ تعالیٰ نے اس اضطراری حرکت کو جو ایک مخلص مومنہ سے صادر ہوئی ایک اختیاری حرکت بنا دیا۔ اور دنیا کے بڑے سے بڑے ذہین، عبقری اور فلسفی انسان کو اور بڑے سے بڑے فرمانروا اور بادشاہ کو اس کا پابند کر دیا، چنانچہ جب تک وہ ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان سعی نہ کرلیں ان کا حج ہی پورا نہیں ہو سکتا یہ دونوں پہاڑیاں دراصل ہر محب و مشتاق کی منزلیں ہیں اور یہ سعی اس دنیا میں مومن کے موقف کی بہترین تمثیل ہے، اس لیے کہ وہ بھی عقل اور جذبہ اور احساس اور عقیدہ دونوں کا جامع ہوتا ہے وہ عقل سے بھی پوری طرح کام لیتا ہے اور اپنی زندگی کے مصالح و ضروریات میں اس سے فائدہ اٹھاتا ہے، لیکن کبھی کبھی اپنے دل، جذبات کے سامنے بھی سر جھکا دیتا ہے، جن کی جڑیں عقل سے بھی زیادہ گہری اور مضبوط ہوتی ہیں وہ ایک ایسی دنیا میں رہتا ہے جو ترغیبات، جنسی خواہشات، زینت و آرائش اور مظاہر سے بھری ہوئی ہے۔ لیکن صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے والے کی طرح وہ کسی طرف نظر اٹھائے اور کسی چیز میں اٹکے بغیر اور کسی جگہ ٹھہرے بغیر تیزی کے ساتھ وہاں سے گذر جاتا ہے اس کو سب سے زیادہ فکر اپنی منزل اور اپنے مستقبل کی ہوتی ہے، وہ اپنی زندگی کو چند گنے چنے چکروں کی طرح سمجھتا ہے، جو وہ اپنے رب کی اطاعت اور اپنے اسلاف کی اقتداء میں لگاتا ہے، اس کا ایمان بحث و جستجو میں مانع نہیں ہوتا اور اس کی سعی اس کے توکل و اعتماد میں کوئی خلل نہیں ڈالتی۔ ایک ایسی حرکت جس کی ساری قیمت، روح اور پیام، دو لفظوں میں ادا کیا جا سکتا ہے "محبت" اور "تابعداری"۔

اب یہ بچہ کچھ سیانا ہوتا ہے اور اس عمر کو پہونچتا ہے جب باپ کو اپنے بچہ سے قدرتی طور پر زیادہ لگاؤ ہوتا ہے، وہ اپنے باپ کے ساتھ باہر جاتا ہے۔ ان کے ساتھ دوڑتا بھاگتا ہے اور ان کے ساتھ رہتا ہے۔ اس کے والد جن میں انسانی ہمدردی اور محبت بدرجۂ اتم موجود تھی اپنی آنکھوں کی ٹھنڈک اور جگر کے ٹکڑے سے بڑا انس اور میلان محسوس کرتے ہیں اور یہی سب سے بڑی مشکل ہے۔ اس لیے کہ ان کا قلب وہ قلب سلیم تھا جو محبت الٰہی کے لیے مخصوص ہے وہ کسی عام انسان کا دل نہیں، خلیل الرحمن کا دل تھا۔ محبت کو سب کچھ گوارا ہے شرکت گوارا نہیں، وہ رقیب کو کبھی برداشت نہیں کر سکتی، جب یہ عام انسانی محبت کا حال ہے تو محبت الٰہی کا حال کیا ہوگا۔ یہ وہ موقع ہے جب حضرت ابراہیمؑ کو اپنے محبوب بیٹے کی قربانی کا اشارہ ملتا ہے، انبیاء کا خواب وحی کے برابر ہوتا ہے۔ اس لیے جب کئی بار ان کو یہ اشارہ ملا تو وہ سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ کا یہی منشا ہے اور ان کو یہ کام انجام دینا ہے، وہ اپنے بیٹے کا





امتحان لیتے ہیں اس لیے کہ یہ کام ان کی موافقت صبر اور قوت برداشت کے بغیر انجام دینا مشکل ہے۔ یہ بات سن کر وہ غایت درجہ سعادت و نجابت اور امر الٰہی کے سامنے مکمل تسلیم و رضا بالقضا کا مظاہرہ کرتے ہیں اور ایسا کیوں نہ ہوتا وہ خود نبی ہیں، نبی کے بیٹے ہیں اور نبی کے دادا ہیں۔

قَالَ يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَىٰ ۚ قَالَ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۖ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ ۝ (سورہ صٰفّٰت-١٠٢)

انھوں نے کہا: بیٹا! میں نے خواب دیکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کر رہا ہوں سو تم بھی سوچ لو تمہاری کیا رائے ہے وہ بولے اے میرے باپ آپ کر ڈالئے جو کچھ آپ کو حکم ملا ہے، آپ انشاء اللہ مجھے صبر کرنے والوں میں سے پائیں گے۔

اب وہ بات پیش آتی ہے جس کے سامنے عقل عاجز اور حیران ہے، باپ اپنے محبوب اور سعید بیٹے کو لے کر باہر نکلے ہیں وہ خدا کے اشارے پر اپنے بیٹے کی قربانی کرنے جا رہے ہیں اور یہ بھی اپنے رب کی اور اپنے والد کی اطاعت میں ان کے ساتھ چل رہے ہیں، دونوں کا مقصد ایک ہے اپنے مالک کا حکم بجالانا اور بلا چون و چرا اس کے آگے اپنا سر رکھ دینا، راستہ میں ان کو شیطان ملتا ہے جس نے انسان کو ہمیشہ سعادت سے محروم کرنے کی کوشش کی ہے۔ وہ ان کو اس ارادہ کی تکمیل سے روکتا ہے خدا کی نافرمانی کو بہت ہمدردانہ اور خوبصورت طریقہ پر ان کے سامنے پیش کرتا ہے، زندگی کی رغبت دلاتا ہے لیکن وہ اس کی ایک چلنے نہیں دیتے اور حکم الٰہی کی تعمیل کے لیے کمر کس لیتے ہیں، اب وہ لمحہ آتا ہے جس کو دیکھ کر فرشتے بھی مضطرب ہو جاتے ہیں اور جن و بشر بھی وہ اپنے لڑکے کو زمین پر لٹا دیتے ہیں چھری گلے پر رکھ دیتے ہیں اور ذبح کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ کی مشیت ذبح میں حائل ہوتی ہے اس لیے کہ مقصود حضرت اسمٰعیل کا ذبح کرنا نہیں تھا۔ بلکہ اس محبت کو ذبح کرنا تھا جو خدا کی محبت میں شریک ہو جاتی ہے۔ اور رقیب بننے لگتی ہے۔ اور یہ محبت گلے پر چھری رکھتے ہی ذبح ہو چکی تھی حضرت اسمٰعیلؑ تو اس لیے پیدا ہوتے تھے کہ زندہ رہیں، برگ و بار لائیں۔ ان سے نسل چلے اور سید الانبیاء و ختم المرسلین محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان ہی کی اولاد میں ہوں۔ اس لیے وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پوری ہونے سے پہلے ذبح کیسے ہو سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسمٰعیل کے فدیہ کے طور پر جنت کا ایک مینڈھا بھیجا کہ اس کو ان کی جگہ ذبح کرو اور اس کو حضرت ابراہیمؑ کے تمام متبعین اور ان کے بعد کی تمام نسلوں کے لیے سنت بنا دیا۔ ایام نحر میں وہ اسی "عظیم قربانی" کی تجدید کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اپنے مالوں کو خرچ کر کے قربانی دیتے ہیں۔

فَلَمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِينِ ۝ وَنَادَيْنَاهُ أَن يَا إِبْرَاهِيمُ ۝ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا ۚ إِنَّا كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ۝ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْبَلَاءُ الْمُبِينُ ۝ وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ ۝ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ ۝ سَلَامٌ عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ۝ (سورہ صٰفّٰت-١٠٣ تا ١٠٩)

پھر جب دونوں نے حکم کو تسلیم کر لیا اور (باپ نے بیٹے کو) کروٹ پر لٹا دیا اور ہم نے انھیں آواز دی کہ اے ابراہیم تم نے خواب کو سچ کر دکھایا (وہ وقت ہی عجب تھا) ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں بیشک یہ تھا بھی کھلا ہوا امتحان، اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے عوض میں دیا، اور ہم نے پیچھے آنے والوں میں یہ بات رہنے دی کہ ابراہیمؑ پر سلام ہو۔

حضرت ابراہیمؑ اور شیطان کے اس قصہ کو بھی اللہ تعالیٰ نے بقاء دوام بخشا اور ان جگہوں پر جہاں شیطان ان کا راستہ روک کر کھڑا ہو گیا تھا۔ اور ان کو اس فعل سے باز رکھنا چاہا تھا۔ کنکروں سے رجم کرنے کا حکم دیا۔ اور اس کو ایک ایسا عمل بنا دیا جو ہر سال حج کے افضل ترین ایام میں کیا جاتا ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ شیطان سے نفرت پیدا ہو۔ اس کی نافرمانی اور اس سے بغاوت کا اظہار ہو یہ وہ ادا ہے جس میں ایک مومن کو بڑی لذت، زندگی اور کیف محسوس ہونا چاہیے بشرطیکہ اس کا ایمان پختہ ہو، فہم صحیح ہو اور امر الٰہی کی اطاعت کا جذبہ دل میں موجزن ہو۔ واقعہ کے اس کردار کو دہراتے وقت اس کو یہ محسوس ہوتا ہے کہ وہ بدی کی طاقتوں اور شیطان اور اس کے لشکروں کے ساتھ معرکۂ کارزار میں ہے، اگرچہ شیطان کو اس سے سوائے رجم اور توہین کے کچھ ملنے والا نہیں۔

اب اس واقعہ پر ایک زمانہ گزر جاتا ہے یہ بچہ اب جوان ہو چکا ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کو نبوت و سیادت سے سرفراز کیا ہے، حضرت ابراہیمؑ کی دعوت بھی رنگ لائی ہے اور اچھی طرح پھیل چکی ہے اب اس کے لیے ایک ایسے مرکز کی ضرورت تھی جس پر پورا اعتماد کیا جا سکتا اور جس سے ایمان کو قوت و غذا حاصل ہوتی اس دنیا میں بادشاہوں کے محل اور بتوں کے معبد تو بہت تھے جہاں خواہش نفس اور شیطان کی پرستش ہوتی تھی لیکن اللہ کی زمین پر اللہ ہی کی عبادت کے لیے اب تک کوئی گھر نہ تھا جس میں

اخلاص کے ساتھ صرف اسی کی عبادت ہوتی اور اس کو عبادت کرنے والوں اور زیارت کرنے والوں کے لیے ہر قسم کی آلودگی اور نجاست سے پاک وصاف رکھا جاتا، چنانچہ اب جبکہ دین اپنے پیروں پر کھڑا ہو گیا ہے اور امت مسلمہ کی بنیاد پڑ چکی ہے، حضرت ابراہیمؑ کو بیت اللہ کی تعمیر کی ہدایت کی جاتی ہے ایک ایسا گھر جو تمام انسانیت کے لیے جائے پناہ اور گہوارۂ امن ہو، اور جہاں صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے، باپ بیٹے دونوں مل کر اس مبارک اور پاک گھر کی تعمیر کرتے ہیں جو ظاہری شکل کے اعتبار سے بہت سادہ اور معمولی ہے لیکن اپنی عظمت کے لحاظ سے بہت مستحکم اور بلند ہے، وہ دونوں پتھر ڈھوتے ہیں اور اس کی دیواریں اٹھاتے ہیں۔

وَاِذْ یَرْفَعُ اِبْرٰهٖمُ الْقَوَاعِدَ مِنَ الْبَیْتِ وَاِسْمٰعِیْلُ ؕ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝ رَبَّنَا وَاجْعَلْنَا مُسْلِمَیْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِنَاۤ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۪ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَیْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ۝ (سورۂ بقرہ ۔ ۱۲۷، ۱۲۸)

اور (وہ وقت بھی یاد رکھنے کے قابل ہے) جب ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ خانۂ (کعبہ) کی بنیادیں بلند کر رہے تھے۔ اے ہمارے پروردگار ہم سے (یہ قبول کر یقیناً تو ہی (سب کچھ) سننے والا ہے (سب کچھ) جاننے والا ہے۔ اے پروردگار ہم دونوں کو اپنا فرمانبردار بنا دے۔ اور ہماری نسل سے ایک (فرمانبردار امت پیدا کر، اور ہم کو ہمارے دینی قاعدے بتلا دے اور ہمارے حال پر توجہ رکھ۔ یقیناً تو تو بڑا توجہ فرمانے والا ہے، بڑا مہربان ہے۔

یہ گھر ایمان واخلاص کی ان بنیادوں پر قائم کیا گیا جس کی نظیر دنیا میں اور کہیں نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو خوب قبول فرمایا، نوازا۔ اس کے دوام کا فیصلہ فرمایا، اس کو جمال وجلال کا لباس زیبا عطا کیا، دلوں کو اس کی طرف مائل کر دیا۔ اور اس کو تمام انسانوں کی قبلہ گاہ اور ان کے دلوں کے لیے مقناطیس کی باعث کشش بنا دیا۔ لوگ وہاں سر کے بل بلکہ آنکھوں اور پلکوں کے بل آتے ہیں اور اس پر جان ودل نثار کرتے ہیں، یہ گھر ہر قسم کے ظاہری حسن اور مصنوعی آرائش سے خالی اور محفوظ ہے اور ایک ایسے شہر میں واقع ہے جو تہذیب وتمدن کے ہنگاموں اور زندگی کے پرشور دھارے سے بہت دور ہے لیکن پھر بھی اس میں وہ کشش پائی جاتی ہے کہ لوگ اس کی طرف کھنچ کھنچ کر دیوانہ وار بہو نچتے ہیں اور اس کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے بے تاب رہتے ہیں۔

(ماخوذ از ارکان اربعہ)

---

لہ اس قصہ کی تفصیل سورۂ انبیاء کی آیت (۵۱ تا ۷۰) میں بیان کی گئی ہے۔


عمدہ کاغذ، رعایتی قیمت، بہت پرسائز۔

حرمین

اردو کاپی

NOTE BOOK

:- ملنے کا پتہ :-

مکتبہ الحرمین مسجد مرکز والی ڈاکٹر بی این ورما روڈ امین آباد لکھنؤ۔

مذکورہ بالا پتے سے تعمیر حیات جاری کرا کے رسید حاصل کر سکتے ہیں۔ صبح ۹ بجے سے رات ۸ بجے تک

فون نمبر: ۲۱۷۶۵۶


## جب رحمتِ حق جوش میں آتی ہے

بشیر احمد کشمیری

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر بے حد رحیم وکریم ہے وہ جس پر اپنے رحم وکرم کے دروازے کھولنا چاہے تو بے حساب رحمتوں اور نوازشوں کی بارش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی اسی صفت رحم وکرم کا ایک تازہ نمونہ اس وقت ہمیں دیکھنے کو ملا جب ایک گونگے پاکستانی نوجوان محمد شریف کو حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے کے بعد قوت گویائی مل گئی۔

محمد شریف پیدائشی گونگا تھا، اور ایک لفظ اپنی زبان سے ادا کرنے سے قاصر تھا، کافی علاج معالجہ بھی کیا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔

لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ تھا، اسی حال میں اللہ تعالیٰ نے گذشتہ سال اس کو حرمین شریفین کی زیارت کی توفیق دی، اس نے پہلے اخلاص نیت کے ساتھ حجاز مقدس پہونچ کر عمرہ کیا حرم شریف کا طواف کیا، سعی کی، آب زمزم پیا، تین دن تک احرام باندھے رکھا۔ دعا ومناجات کرتا رہا اور جب حج کے سارے ارکان ادا کرنے کے لئے تو آخر میں قوت گویائی کے لئے اللہ تعالیٰ سے اس گریہ وزاری کے ساتھ دعا کرنی شروع کی کہ رحمت حق جوش میں آئی اور اس کی دعا قبول ہو گئی۔ اور دھیرے دھیرے اس کی زبان سے بولنے کی آواز آنے لگی، اور پھر وہ باقاعدہ بات چیت کرنے لگا، اللہ تعالیٰ کی اس بیش قیمت نعمت کو پا کر خوشی سے جھوم اٹھا اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں سجدۂ شکر بجالایا۔





# علامہ حکیم سیّد عبدالحیؒ

## اساس فکر اور علمی کارنامے

جناب پروفیسر خلیق احمد نظامی (علی گڈھ)

علامہ حکیم سید عبدالحیؒ کی ذات کو اگر علوم اسلامی کی دائرۃ المعارف کہا جائے تو اس میں کوئی مبالغہ نہ ہوگا۔ ان کے پیکر خاکی میں علوم ومعارف کی ایک وسیع دنیا آباد تھی جس کو ان کی شبانہ روز محنت نے ایک گلِ رعنا بنا دیا تھا۔ عربی دنیا کو انھوں نے ہندوستان کے ساڑھے چار ہزار سے زائد علماء ومشائخ کے علمی اور ادبی کارناموں سے روشناس کرایا اور عالم اسلام کے علمی نقشے میں ہندوستان کا مقام واضح کر دیا، ہندوستان میں اسلامی ثقافت کا قافلہ جن منزلوں سے گزرا تھا اس کی ایسی نشاندہی کی کہ بہت سے تاریک گوشے روشن ہو گئے، تاریخ کے میدان میں تلاش وتحقیق کی نئی راہیں ہموار کیں اور تاریخی مطالعہ میں ثقافت اور سیاست کے رشتہ کو دریافت کیا، اردو شعر وادب کے تجزیہ میں تاریخی اور تنقیدی زاویوں کا اضافہ کیا۔ حدیث، تاریخ وسیر، تذکرہ، شعر وسخن، طب، غرض جس میدان میں قدم رکھا اپنے کارناموں کا نہ مٹنے والا نقش ثبت کر دیا۔ جب تاریخی ذہن ان کے کارناموں کا احاطہ کرنے کی کوشش کرتا ہے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ؎

یک چراغیست دریں خانہ کہ از پرتو آں
ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند

جس شخص کا خاندانی ورثہ شاہ علمؒ اللہ کا تجدد دینی، سید احمد شہیدؒ کا جذبۂ جہاد، مولانا فخرالدین خیالی کی علمی روایات ہوں جس نے مولانا امیر علی ملیح آبادی، مولانا فتح محمد تائب، مولانا مخدوم فرنگی محلی، قاری عبدالرحمٰن پانی پتی، شیخ حسین محدث یمنی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا ہو جس نے حضرت شاہ فضل رحمٰن گنج مرادآبادیؒ اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ سے اکتساب فیض کیا ہو جس نے مولانا سید سلیمان ندویؒ کو نہ صرف عربی زبان وادب کے ابتدائی سبق پڑھائے ہوں بلکہ اردو مضمون نویسی کی طرف رغبت دلائی ہو (یادِ رفتگاں ص۵) جس کے نگارخانۂ علمی کو دیکھ کر نواب صدر یار جنگ، حبیب الرحمان خاں شیروانی کا جی چاہے کہ ان کے قدم چوم لیں (خطبہ، حیات حبیبیؒ ص ۳۱۱)، اس کے علمی مقام اور کارناموں کی صحیح نوعیت متعین کرنے کے لئے فکر ونظر کے تداول پیمانے کافی نہیں ہو سکتے۔ اس کے لئے بعض حقائق کا پیش نظر ہونا از بس ضروری ہے۔ تاکہ ان کی فکر کا صحیح پس منظر اور ان کے کارناموں کی حقیقی نوعیت کو سمجھا جا سکے۔

(۱) علم کئی نسلوں کی مسلسل آبیاری کے بعد برگ وبار لاتا ہے۔ یہ وہ پودا ہے جو فوراً پھل نہیں دیتا۔ نسلیں اس میں خون جگر لگاتی ہیں جب پروان چڑھتا ہے۔ ہندوستان میں اسلامی علوم وفنون کی تاریخ حقیقت میں ایسے خانوادوں کی جہد وسعی کی داستان ہے جن کی سرگرمیاں بعض صورتوں میں صدیوں پر پھیلی ہوئی نظر آتی ہیں۔ مثلاً خاندان مجدد الف ثانیؒ، خاندان شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ، خاندان علم اللہیؒ، خاندان ولی اللہیؒ، خاندان کلیمیؒ، خاندان فرنگی محل وغیرہ۔

(۲) علم وعمل یعنی علمی بصیرت اور جہاد کا جذبہ بہت کم بیک وقت ایک خاندان میں جمع ہوتا ہے۔ یہ وہ امتیاز ہے جو علامہ حکیم سید عبدالحیؒ کے خاندان کو حاصل ہوا۔ اس میں امیر قطب الدین محمد مدنیؒ جیسا خدا پرست، مولانا سید ہدایت اللہ جیسا فقہی علوم کا ماہر، سید خواجہ احمد نصیر آبادی جیسا ماہی شرک وبدعت اور شاہ علمؒ اللہ جیسا متبع سنت نبوی پیدا ہوا۔ پھر اسی خاندان کے ایک فرد سید احمد شہیدؒ نے جہاد وسرفروشی کا وہ علم بلند کیا کہ بقول مولانا آزاد "دعوت واصلاح امت کے جو بھید برابر دہلی کے کھنڈروں اور کوٹلہ کے جھروں میں دفن کر دیئے تھے، اب اس سلطان وقت اور اسکندر عزم کی بدولت شاہجہان آباد کے بازاروں اور جامع مسجد کی سیڑھیوں پر ان کا ہنگامہ مچ گیا.... اور خون شہادت کے چھینٹے حرف وحکایات کو نقوش وسواد بنا کر صفحہ عالم پر ثبت کر دیئے" (تذکرہ ص ۲۷۰)، اس طرح اس خاندان کے کارنامے مسند درس سے لے کر مقتل شہادت تک یکساں پھیلے ہوئے ہیں ۱۸۵۷ء کے بعد جو متعدد مقدمات بغاوت کے الزام میں انبالہ، پٹنہ، مالدہ وغیرہ میں چلائے گئے تھے ان ہی خاندانوں کے خلاف تھے جنھوں نے تحریک جہاد میں سرکی بازی لگائی تھی۔ اور جو سید احمد شہیدؒ کے حلقہ مجاہدین سے تعلق رکھتے تھے۔

(۳) سید احمد شہیدؒ کی تحریک کا ایک اہم مقصد "بیگانگان بعید الوطن" اور "تاجران متاع فروش" سے ملک کو نجات دلانا تھا جیسا کہ انھوں نے راجہ گوالیار کو بوضاحت لکھا تھا۔ ہندوستان میں ہندوؤں اور مسلمانوں کی آزادی وطن کے لئے

مشترکہ جدوجہد کے لئے یہ پہلی آواز تھی جو شمالی ہندوستان میں بلند ہوئی۔ اس مقصد کے حصول کے لئے انھوں نے شہادت کے جذبہ کو اس قدر محبوب بنا دیا تھا کہ ان کی جماعت مجاہدین کو ہزار بھی چین اندر چین نظر آتا تھا۔ ہندوستان کی تاریخ میں یہ فضیلت ان ہی کے لئے مقدر تھی۔ انھوں نے جہاد و سرفروشی کی ایسی فضا پیدا کر دی کہ اس کے زیر اثر ایک طرف اگر مومن جیسا شاعر جو کوچہ رقیب میں سر کے بل چلتا تھا، "فتوی جہادیہ" میں پکار اٹھے

ایں عیسویاں برلب رساندند
جان من و جان آفرینش
خیز کہ شور کفر برخاست
اے فتنہ نشان آفرینش

تو دوسری طرف ٹیپو سلطان شہید کے خاندان کے شہزادوں کو اس تحریک میں آزادی کی وہی تڑپ نظر آئی جس نے ٹیپو سلطان کے قلب و جگر کو گرمایا تھا۔ اور وہ بے اختیارانہ اس میں شامل ہو گئے۔ جنگ بالاکوٹ کے ۵ سال بعد بھی لوگوں کے جذبہ سرفروشی کا یہ عالم تھا کہ بقول سرسید "ہر سال مجاہدین ادھان مختلفہ سے بہ نیت جہاد اسی نواح کی طرف راہی ہوا کرتے ہیں اور اس امر نیک کا ثواب آپ کی روح مطہر کو پہونچتا رہتا ہے۔" (آثار الصنادید ص ۱۰۳)۔

سید احمد شہیدؒ کے خلفاء و منسلکین میں مولانا محمد اسمٰعیل شہیدؒ، مولانا سید اولاد حسن قنوجیؒ (والد نواب صدیق حسن خاں) مولانا ولایت علی عظیم آبادیؒ، میاں جی نور محمد جھنجھانویؒ وغیرہ شامل تھے جنھوں نے خود اور جن کے خلفاء نے ہندوستان میں علم و عرفان اور رشد و ہدایت کی وہ شمعیں روشن کیں جن کے انوار و اثرات آج تک محسوس کئے جا سکتے ہیں۔ اس پوری علمی فضا نے مولانا سید عبدالحیؒ کے قلب و جگر کو گرمایا تھا اور یہ علمی روایات ان کی شخصیت کا جزو بن گئی تھیں۔

(۴) جب جہاد کی ضرورت نہیں رہتی تو یہی جذبہ علم دین کی خدمت اور دعوت و عزیمت کی طرف رخ کر لیتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے تفہیمات (ج اول ص ۱۰۱) میں لکھا ہے کہ موقع و محل کا اقتضا ہوتا تو میں علماً میدان جنگ میں داخل ہو جاتا لیکن وقت کا یہ تقاضا نہ تھا اس لئے انھوں نے اپنی ساری صلاحیتوں کو دعوت و اصلاح کی طرف مرکوز کر دیا۔

خاندان علم الٰہی نے میدان عمل میں سرفروشی کی روایت قائم کی، پھر جب حالات نے کروٹ بدلی اور فکری جہد و سعی، دعوت و عزیمت کا دور آیا اور جہاد بالسیف کی جگہ جہاد بالقلم نے لی تو مشیت ایزدی نے اسی خاندان کی عظیم شخصیت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ سے یہ کام لیا۔ انھوں نے مشرق سے لے کر مغرب تک دینی فکر کو عام کرنے اور صحیح جذبات فکر و عمل کو بیدار کرنے کے لیے اپنی زندگی کو وقف کر دیا ہے۔ جس کام کے لئے ان کے باپ نے زمین تیار کی تھی اس میں برگ و بار ان کی جہد و سعی سے نمودار ہوئے۔

مولانا سید عبدالحیؒ کی شخصیت اور اثرات کا کوئی مطالعہ مکمل نہیں ہو سکتا اگر مولانا علی میاں کے جہد و سعی کا نقشہ سامنے نہ ہو۔ مولانا سید سلیمان ندویؒ ان کے وسیع اثرات کو دیکھ کر پکار اٹھے تھے کہ نام ہمارا ہے، کام علی میاں کا۔ یہ کسر نفسی اور کام کی لگن مولانا علی میاں کو اپنے والد بزرگوار سے ملی ہے۔ دمشق اور حلب کے بعض مشہور علماء نے خاکسار کو بتایا کہ مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے علمی کارنامے عربی دنیا میں جس عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں وہ کسی معاصر ہندوستانی عالم کو نصیب نہیں ہوئی۔

(۵) تاریخ میں جب کوئی ایسی جامع شخصیت پیدا ہوتی ہے جس کے عمل و اثرات کا دائرہ بہت وسیع ہوتا ہے تو متقدمین و معاصرین کی بہت سی تحریکیں اور روایات اس کی طرف بڑھتی ہیں تاکہ اس کے دامن میں اپنی جگہ تلاش کر لیں، اس طرح وہ ذات ان سب علمی تحریکوں کی نمائندہ بن جاتی ہے چنانچہ حکیم سید عبدالحیؒ کی ذات میں شاہ عبدالعزیز صاحبؒ کی علمی بصیرت، حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ اور شاہ فضل رحمانؒ کا جذب روحانی اور مومن اور مولانا فخر الدین خیالی کا ادبی ذوق جمع ہو گیا تھا۔ صلاحیتوں کا ایسا اجتماع اس دور کی بہت کم شخصیتوں میں نظر آتا ہے۔

(۶) پھر اس خاندان کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ یہاں خواتین دینی علوم اور جذبہ میں غیر معمولی امتیاز رکھتی تھیں۔ حکیم سید عبدالحیؒ کی نانی نے جو سید علم الہدیٰ حسنی نصیر آبادی کی صاحبزادی تھیں، شاہ عبدالقادر دہلویؒ کی صاحبزادی سے تفسیر موضح القرآن کی روایت اور اجازت حاصل کی تھی۔ بعد کو حکیم سید عبدالحیؒ کو ان ہی سے یہ روایت و اجازت ملی۔ یہ واحد علمی گھرانہ تھا جہاں مائیں بچوں کو جب دودھ پلاتیں تو ان کے لئے شہادت کی دعائیں مانگتی تھیں، اور یہ لوریاں ان کی زبان پر ہوتی تھیں۔

الٰہی تجھے بھی شہادت نصیب
یہ افضل سے افضل عبادت نصیب

حکیم سید عبدالحیؒ کی نانی بھی لوری سنا سنا کر ان کو سلاتی تھیں۔ اس طرح آغوش مادر ہی میں ان کے کان ان جذبات علم و عمل سے آشنا ہو گئے تھے جن سے خاندان علم الٰہی کی عظمت قائم تھی۔

(۷) تاریخ میں بعض رویائے صادقہ کو اس لئے تاریخی اہمیت حاصل ہو گئی ہے کہ ان کے زیر اثر نئی قوتیں ظہور میں آئیں۔ حکیم سید عبدالحیؒ کے خاندان میں تین خواب تاریخی اہمیت کے حامل ہیں۔





اس خاندان کے پہلے بزرگ جو ہندوستان تشریف لائے شیخ الاسلام سید قطب الدین المدنیؒ تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں ان کو ہندوستان جانے کی ہدایت فرمائی تھی۔ چنانچہ وہ التتمش کے زمانہ میں ہندوستان تشریف لائے اور اس خاندان کو یہاں بسایا جس کی قسمت میں علم اور دین کی خدمت لکھی تھی۔ پھر شاہ علم اللہ صاحب کا جب انتقال ہوا تو اورنگ زیب نے خواب دیکھا جس کی تعبیر علماء نے یہ بتائی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر سب سے بڑا عامل چل بسا۔ اس خواب نے خاندان میں اتباع سنت کی جڑوں کو اور مضبوط کر دیا۔

پھر تیسرا خواب علامہ سید عبدالحیؒ کا تھا۔ انھوں نے دیکھا کہ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ ان کو اپنا جانشین بنا رہے ہیں۔ اور اپنے علمی اور روحانی فضائل ان کی طرف منتقل کر رہے ہیں۔ اس طرح زندگی کو متاثر کرنے والا خواب ایک قوت بن جاتا ہے جس سے نئی روشنی پھوٹ کر علم کی راہوں کو روشن کر دیتی ہے۔

یہ پس منظر ذہن میں ہو جب علامہ سید حکیم عبدالحیؒ کے افکار علمی کی اساس اور علمی جہد و سعی کی نوعیت کا صحیح جائزہ ممکن ہو سکتا ہے۔ اسلامی دنیا کو ہندوستانی علماء کی دینی بصیرت اور علمی بالغ نظری کا اندازہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی حجۃ اللہ البالغہ کے ذریعہ ہوا۔ لیکن خود ہندوستانی علماء کی سیرت و صلاحیت کا اندازہ حکیم سید عبدالحیؒ کی نزہۃ الخواطر اور الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند کے ذریعہ ہوا۔ گو مولانا غلام علی آزاد بلگرامی کی سبحۃ المرجان بہت پہلے لکھی جا چکی تھی لیکن وہ بہت مختصر تھی اور اس کا انداز تحقیق و ترتیب بھی بہت مختلف تھا۔

علامہ سید رشید رضا نے منتاح کنوز السنہ (ص ۱۲) کے مقدمہ میں ہندوستانی علماء کی خدمت حدیث کا ذکر کیا ہے، اگر اس وقت نزہۃ الخواطر شائع ہو چکی ہوتی تو ان کو اسلامی علوم کے دیگر شعبوں میں ہندوستانی علماء کی خدمات کا بھی اندازہ ہو جاتا۔ سنا ہے کہ جب وہ ہندوستان آئے تھے تو یہاں کے دو عالموں مولانا ابوالکلام آزادؒ اور مولانا حکیم سید عبدالحیؒ کے علمی تبحر سے بہت متاثر ہوئے تھے۔

عربی کتابوں میں ہندوستان کے علماء کے جو تذکرے ہیں ان کا شمار مولانا سید ابوالحسن علی صاحب مدظلہ نے کیا ہے۔ حافظ سخاوی نے "الضوء اللامع" میں ۱۱۶۱ علماء کا ذکر کیا ہے جن میں ہندوستان کے صرف ۳۸ علماء شامل ہیں۔ علامہ شوکانی یمنی نے البدر الطالع میں کل ۷ ہندوستانی علماء کا ذکر کیا ہے، محبی نے خلاصۃ الاثر میں کل ۱۲۹۰ علماء کا ذکر کیا ہے جن میں کل ۱۴ ہندوستانی ہیں۔ مرادی نے سلک الدرر میں ۷ علمائے ہند کا ذکر کیا ہے۔ مولانا عبدالحیؒ نے ساڑھے چار ہزار سے زائد علماء کے حالات، جو ۱۴ سو سال پر پھیلے ہوئے ہیں نزہۃ الخواطر میں جمع کر دیئے ہیں۔ جغرافیائی اعتبار سے اتنا وسیع رقبہ، سنین کے اعتبار سے اتنا طویل عرصہ، مباحث کے اعتبار سے اتنا متنوع احاطہ، علماء کے حالات میں کسی عرب مصنف تک نے نہیں کیا۔ مولانا گیلانیؒ نے صحیح لکھا ہے کہ "یہ ایک انقلابی کام تھا جو وہ کر کے چلے گئے۔"

مولانا سید عبدالحیؒ کا سب سے شاندار علمی کارنامہ نزہۃ الخواطر ہے جس کا نیا ایڈیشن مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ نے "الاعلام" کے نام سے نہایت مفید اضافوں کے ساتھ دائرہ شاہ علم اللہ رائے بریلی سے شائع کیا ہے۔

علامہ موصوف نے اس کتاب میں ساڑھے چار ہزار سے زائد اور ۱۴ سو سالہ تاریخ کی عظیم شخصیتوں کی سیرت اور علمی کارناموں کو تلاش اور تحقیق کے اعلیٰ ترین معیار کے مطابق پیش کر دیا ہے۔ ایک ایسے زمانہ میں جب دور جدید کے ریسرچ کی سہولتیں میسر نہیں تھیں، انھوں نے جس طرح مواد جمع کیا اور پھر اس کی تاریخی ترتیب قائم کی اور پھر ان علماء کے متعلق اپنی رائے دی وہ حیرت انگیز ہے۔ ان کے یہاں تطویل بیان نہیں، وہ غیر ضروری تفصیلات سے گریز کرتے ہوئے بنیادی معلومات، مستند مآخذ کی روشنی میں پیش کرتے ہیں اور جس شخص کا جو مخصوص علمی کارنامہ اور خاص علمی مقام ہوتا ہے، وہ جامع الفاظ میں پیش کر دیتے ہیں۔ علماء کے مخصوص علمی رجحانات اور کارناموں کا یہ جائزہ صرف اس وقت ممکن تھا جب سارے متعلقہ لٹریچر پر گہری نظر ہو۔ دور جدید کے مستشرقین میں بروکلمان اور ادرا سٹوری جن کے نام اس ضمن میں خاص طور پر لئے جا سکتے ہیں، نزہۃ الخواطر کے معیار کو نہیں پہونچتے۔ اس کتاب نے ہندوستان کی علمی اور ثقافتی تاریخ کی ایک زبردست کمی کو پورا کیا ہے۔ ہندوستان میں صوفیہ کے تذکرے تو بہت تھے لیکن علماء کے حالات میں کوئی مفصل کیا مجمل کتاب بھی مدون نہیں ہوئی تھی۔ فارسی میں مولوی رحمان علی کا تذکرہ علماء ہند تقریباً اسی زمانہ میں لکھا گیا، لیکن وہ تلاش و تحقیق کے اس معیار پر نہیں آتا۔ غلام علی آزاد کی فارسی کتاب مآثر الکرام میں بھی بہت سے علماء کا تذکرہ رہ گیا ہے۔ مولانا مناظر احسن گیلانی نے نزہۃ الخواطر کے متعلق لکھا تھا کہ:-

"اللہ کے اس مخلص بندے نے کمال کر دیا ہے، سمندروں کو کھنگال گئے لیکن تہ بھی نہیں چلنے دیا۔"

(مکتوب بنام مولانا ابوالحسن علی ندوی)

(جاری)

# محبت کا پیغام عصرِ حاضر کے نام

مولانا سید محمد الحسنی رحمۃ اللہ علیہ

اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سب سے اشرف اور سب سے اعلیٰ مخلوق انسان ہے اور اس انسان کے اندر سب سے اعلیٰ سب سے قیمتی اور سب سے زیادہ نازک چیز دل ہے اور اس دل کا گوہر یک دانہ اور اس کا گنج گرانمایہ محبت ہے۔

درخزمن کائنات کردیم نگاہ
یک دانہ محبت است باقی ہمہ کاہ

یہ دانۂ محبت نہ ہو تو سارا وجود استخواں دپوست اور یہ ساری کائنات گھاس اور پھونس کا ایک ڈھیر ہے، اس محبت کا خاصہ یہ ہے کہ وہ دو محبوب ایک لمحہ کے لیے بھی گوارا نہیں کرسکتی، وہ ایک سے آشنا ہو کر سارے عالم سے ناآشنا ہو جاتی ہے ایک کے ساتھ بے خود و سرشار ہو کر ساری دنیا سے بیدل اور بیزار ہو جاتی ہے، وہ اس محبت کی قیمت سے صرف ایک چیز خرید سکتی ہے اور یہ سودا صرف ایک بار کرسکتی ہے، وہ سب کے ساتھ رہ کر بھی کسی کے ساتھ نہیں ہوتی، سب سے تعلق رکھ کر بھی کسی سے تعلق نہیں رکھتی، وہ طوق وسلاسل میں بھی آزاد ہوتی ہے اور ہوشیاری و فرزانگی میں بھی بیخود و سرشار رہتی ہے، بڑے بڑے درباروں کو خاطر میں نہیں لاتی اور بوریہ نشینوں کو سر پہ بٹھاتی ہے، ایک آہ نیم شبی اور ایک دعائے سحر میں اس کی نظر میں ہزار سلطنتوں سے افضل ہے اور ہزار تاج وکلاہ سے بہتر ہے۔

کہ بر دہنہ شاہان زمن گدا پیامے
کہ بکوئے مے خرد شاں دو ہزار جم بجامے

لیکن ان تمام اوصاف کے ساتھ وہ اس قدر غیور ہے کہ کسی دوسرے کا سایہ اور کسی دوسرے خیال کا شائبہ بھی اس کو گوارا نہیں۔ وہ صرف اس وقت دل میں آتی ہے۔ جب اس کو ہر چیز سے خالی پاتی ہے، کسی خوشامد اور منت وسماجت یا تمنا اور حسرت کا اس پر اثر نہیں ہوتا وہ صرف یہ دیکھتی ہے کہ دل کی جلوہ گاہ ناز اس کے لیے بالکل خالی ہے یا نہیں مسند قلب اس کے لیے آراستہ ہے یا نہیں

اتانی ھواھا قبل ان اعرف الھویٰ
فصادف قلبًا خالیًا فتمکنا

اور جب آتی ہے تو اس طرح آتی ہے کہ دل کے دروازے ہر چیز کے لیے بند ہو جاتے ہیں اور غیر اللہ کا وسوسہ اور خیال اس کے دروازے تک بھی نہیں پہنچ پاتا اور اگر کبھی ایسا ہوتا ہے تو اَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ کا جلوہ نظر آتا ہے۔ اور اَلَّذِيْنَ اِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَاِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ کا ظہور ہوتا ہے۔

ہمارے لیے اس غیور و خوددار محبت کا پیام صرف یہ ہے کہ دع نفسك وتعال (اپنے نفس کو پیچھے چھوڑ دو اور میرے پاس آؤ) پہلے اپنے دیدۂ عبرت سے یہ دیکھو کہ تم نے اپنے "سرپردۂ دل" میں کیسے کیسے ناپاک گئے اور سور، اور کیسے کیسے زہریلے سانپ اور بچھو پال لیے ہیں، تم نے اپنے سارے وجود اور اپنی زندگی بھر کی غلاظتیں اسی دل میں ڈال رکھی ہیں، نجاست کی کون سی قسم ہے جس سے تم نے اپنے دل کو خالی چھوڑا ہے، معصیت اور غیر اللہ سے محبت کی کون سی آلودگی ہے جس سے تمہارا دل محفوظ ہے، ظلم کی وہ کون صنف ہے جو تم نے اس پر روا نہیں رکھی؟۔

تم نے اپنے دل میں سونے اور چاندی کے ڈھیر اور ہیرے اور جواہرات کے انبار لگائے اور بہت عقیدت کے ساتھ ان کی پرستش کرتے رہے، تمہاری پیشانی زمین پر ہوتی تھی۔ اور دل کسی اور چیز کو سجدہ کرتا تھا ؎

جو میں سر بسجدہ ہوا کبھی تو زمیں سے آنے لگی صدا
ترا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں

تمہارے ہاتھ بظاہر خدا کے سامنے بندھے ہوتے تھے لیکن تمہارے تصور میں کسی اور دربار کا نقشہ ہوتا تھا، مسجد کی بوسیدہ چٹائی کو دیکھ کر ایرانی قالین اور جدید طرز کے صوفہ سٹ کی یاد تمہارے دل میں چٹکیاں لیتی تھی۔

تم نے اپنے اقتدار کی ہوس اور حب جاہ میں کتنے حقوق کو پامال کیا، کتنے معصوم اور بے گناہ انسانوں کو اپنے راستہ سے ہٹایا، خود اپنے کو کتنے فریب دیئے اور اپنے بھائیوں کو کتنے دن اس فریب میں مبتلا رکھا تم نے اپنے نفس کے کتنے مغالطوں کو حقیقت سمجھا اور اپنی آنکھیں بند کر کے اس کے پیچھے پیچھے چلتے رہے۔ یہاں تک کہ اس نے تم کو کسی ایسے مزبلہ میں لاکر چھوڑ دیا جہاں سے واپس ہونے کا راستہ تم کو معلوم نہیں اور کوئی حقیقی رہبر تمہارے ہمراہ نہیں۔

تم نے "خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ"





سینوں کے اسرار اور نگاہوں کی چوری کے راستہ سے اپنے نہاں خانۂ دل کو کس کس طرح گندہ کیا ہے، اور اس میں کیسی کیسی نجس العین چیزوں کو سجا سجا کر خوش ہو رہے ہو۔

تم نے اپنے دل کو عجائب خانہ بنا رکھا ہے اور اس میں قسم قسم کے جانور پال رکھے ہیں، یہ جانور تمہارے اخلاق واعمال کی زندہ تصویریں ہیں، ــ تمہاری طمع نے دل میں جاکر کتے کا روپ اختیار کرلیا ہے تمہاری ہوس نے سور کی وضع اختیار کرلی ہے۔ تمہارے ظلم نے بھیڑیئے کی کھال اوڑھ لی ہے اور تمہاری بدایلسندی نے سانپ اور بچھو کی شکل اختیار کرلی ہے، غرض ان جانوروں اور کیڑوں مکوڑوں کی کون سی شکل اور شبیہ ہے جس کا تم نے اپنے دل کے عجائب گھر میں انتظام نہیں کیا ہے اور پابندی سے اس کو راتب نہیں پہونچاتے ہو۔

تم نے اس میں غلاظت کے ڈھیر لگائے ہیں اور مشک وعنبر کے متظر ہو، کانٹے بوئے ہیں، اور پھولوں کی آس لگائے بیٹھے ہو۔ تم نے اپنے دل کے سارے دروازے مقفل کردیئے ہیں۔ اور صرف ایک دروازہ کھلا چھوڑ دیا ہے، اور وہ ہے نفسانی خواہشات کی تسکین کا دروازہ، تم ہر دلفریب اور خوش منظر چیز پر اس طرح لپکتے ہو۔ جیسے وہی تمہارا سب سے بڑا ارمان اور تمہاری سب سے آخری حسرت ہے لیکن یہ ارمان نکال لینے کے بعد دوسرے ارمان کے ساتھ تمہارا معاملہ اس سے بھی زیادہ بوالہوسی اور بے چینی کا ہوتا ہے ؎

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پہ دم نکلے
بہت نکلے مرے ارمان لیکن پھر بھی کم نکلے

پھر تم غور کرو کہ تم نے اپنی زندگی کی کتنی حسین وقیمتی ساعتیں اپنے "مجازی خداؤں اور اپنے خودساختہ آقاؤں" کی نذر کی ہیں تم نے اپنے سوز وگداز اور نازونیاز اور قربانی وایثار کے کیسے کیسے عظیم جذبات ان مضحکہ خیز چیزوں پر ضائع کئے ہیں جن کو یاد کرکے آج شاید تم کو ہنسی بھی آتی ہوگی اور رونا بھی۔

تم نے اپنے دل کے لیے کتنے بت تراشے اور توڑے، کتنے محبوب پسند کئے اور چھوڑے، کن کن چیزوں سے دل لگایا، کن کن چیزوں کے لیے آنسو بہائے، کن آرزوؤں اور تمناؤں میں اپنی ساری عمر گنوائی، کن ٹھیکروں اور چیتھڑوں کے لیے تم نے بے تکلف نذرانۂ دل پیش کیا، کن وقتی اور حقیر لذتوں کے لیے تم نے اپنا سارا اثاثہ داؤں پر لگا دیا۔ تم نے اپنے نفس کی ادنیٰ خواہش اور طفلانہ تحریک پر کیسی کیسی آنے والی نعمتوں اور سرفرازیوں کو ٹھکرا دیا۔

یک لحظہ غافل بودہ ام صد سالہ راہم دور شد

تم نے ہر آواز پر لبیک کہا، ہر نسخہ کو آزمایا ہر عطار اور نیم حکیم کی بات مان لی نفس کے ہر اشارہ کی تکمیل اپنا مقدس فرض سمجھا۔ اور اس کے لیے اپنے عزیز اوقات بے دریغ صرف کئے۔ اپنا قیمتی روپیہ پانی کی طرح بہایا، اپنی قوت فیاضی سے خرچ کی۔ اپنی ہر مخفی صلاحیت کا دل کھول کر استعمال کیا، تو پھر کیا خدا کی خوشنودی رضائے الٰہی اور اس بارگاہ عالی کے پروانۂ برأت کو تم نے اتنا گرا پڑا سمجھ لیا ہے کہ اس کے لیے تمہیں کسی محنت اور طلب کی ضرورت نہیں ہے۔؟ لیکن خدا کا فیصلہ اس کے برعکس ہے، خدا کی محبت حاصل کرنے کے لیے سب سے پہلے تمہیں اپنے "کعبۂ دل کو ان تمام بتوں سے صاف کرنا ہوگا، تمہیں دل پر پتھر رکھنے ہوں گے، اور بعض اوقات پیٹ پر پتھر باندھنے ہوں گے۔ نفس کے گلے پر چھری پھیرنی ہوگی، اور قدم قدم پر اپنی مخالفت کرنی پڑے گی، اس کی ہر ترغیب اور دعوت کو اپنے قدموں سے روندنے کی طاقت پیدا کرنی ہوگی۔ اور ہنسی خوشی یا رو رو کر ان محبوب چیزوں کا فراق گوارا کرنا ہوگا۔ جو زندگی بھر ہمارے ساتھ رہیں۔

اگر ہمیں محبت حق کی تمنا ہے تو اس کا راستہ صرف یہی ہے، اور جنون کی شوریدہ سری اور سچی طلب کی بے تابی اور برق دشی اسی راہ کی سب سے پہلی شرط اور اس "دیوان عشق" کا سب سے پہلا سبق ہے درد عشق۔

شرط اول قدم آنست کہ مجنوں باشی
اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْكٰذِبِيْنَ،

(بقیہ) ص ۳۰ کا

ہونے پر آمادہ کرتا ہے۔

۲۔ حدیث بتاتی ہے کہ دین کے اندر غلو سے کام لینا اور اس کو عملی تطبیق دینے میں شدت برتنا اگرچہ بعض افراد کے لئے جائز ہے لیکن دوسروں کے اندر دین سے بیزاری کا سبب بنتا ہے، کمزوروں اور نومسلموں کو دین سے برگشتہ کرتا ہے شریعت کا منشا یہ نہ روی ہے نہ کمی نہ زیادتی۔

۳۔ حدیث بتاتی ہے کہ نشاط و چستی کے وقت میں اس مفہوم کو عملی شکل دینا زیادہ بابرکت اور آسانی وسہولت کے معنی کو پورا کرتا ہے، اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ صبح شام اور رات کے کچھ حصہ سے مدد لو۔

# علامہ سید عبدالحی حسنیؒ سیمینار کا خطبۂ افتتاحیہ

● پروفیسر محمد یونس نگرامی

یہ خطبۂ افتتاحیہ علامہ سید عبدالحی حسنیؒ بین الاقوامی سیمینار منعقدہ ۱۶ و ۱۷ مارچ ۱۹۹۷ء کو پروفیسر محمد یونس نگرامی چیئرمین اردو اکاڈمی، لکھنؤ نے پڑھا جو افادۂ عام کی غرض سے شائع کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

حضرات!

دنیا کی تاریخ انسانی عزم و ارادے جذبات و خیالات کی کہانی ہے جس میں عدل و انصاف، ایمان و عمل و صالح اور نور کے ساتھ ظلم و زیادتی شر اور تاریکی بھی پائی جاتی ہے۔ ایرانی شاہ نامہ ہندوستان کی مہابھارت، رامائن اور گیتا درحقیقت علم و جہل، ظلم و عدل، خیر و شر کی معرکہ آرائیوں کی ہی عبرت آموز داستانیں ہیں۔

کارتھیج کا ہنیبال ہو یا مقدونیہ کا سکندر، ایران کا دارا ہو یا یورپ کا نپولین، ان میں سے ہر ایک کی زندگی نمونۂ عبرت ہے اور انسانی سماج کے لیے خاک و خون کی کہانی جبکہ قانون قدرت کے مطابق بقائے دوام صرف مفید اور نافع اشیاء کو ہی ہے اور یہی سنۃ اللہ بھی ہے۔

اشوک اعظم کے احکام صرف پتھروں پر کندہ ہیں جبکہ مہاتما گاندھی کی تعلیمات دلوں کی تختیوں پر منقوش ہیں۔ اجین، ہستناپور، اور قنوج کے راجاؤں کی حکومتیں مٹ چکی ہیں لیکن منوجی کا دھرم شاستر آج بھی اپنی اہمیت رکھتا ہے۔

حسن بصریؒ کے مقابلہ میں یزید بن عبدالملک کی حیثیت کیا تھی، عبداللہ بن مبارک کے قبول عام کے سامنے ہارون رشید کی عظمت و جبروت کا خاکہ خود اس کی ایک لونڈی نے یہ کہہ کر اڑایا تھا۔ "بادشاہی تو یہ ہے نہ کہ ہارون کی بادشاہی"۔ سفیان ثوریؒ، فضیل بن عیاضؒ، جنید بغدادیؒ معروف کرخیؒ کی یادیں آج بھی لوگوں کے دلوں میں زندہ ہیں جبکہ اس عہد کے امراء و خلفاء تاریخ کا بھولا ہوا سبق بن چکے ہیں امام احمد بن حنبلؒ کے سامنے مامون معتصم اور واثق کا کیا حال ہوا۔ امام غزالیؒ کی احیاء العلوم کی ہر ہر سطر آج بھی طلسماتی اثر رکھتی ہے اور ہر ہر لفظ وجد کی کیفیت طاری کر دیتا ہے۔

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے مواعظ آج بھی مسیحائی کا کام انجام دے رہے ہیں جبکہ سلجوقی سلاطین اور عباسی خلفاء کی باہمی کشمکش تاریخ کی کتابوں میں دفن ہو چکی ہے۔ علامہ ابن جوزیؒ کی صید الخاطر اور تلبیس ابلیس کے مضامین آج بھی زندہ ہیں، مولانا روم کی مثنوی دل درد مند و فکر ارجمند کی شاہکار ہے، ہندوستان میں محمد غزنوی تاریخ کا بھولا ہوا باب ہے جب کہ البیرونی کی حکمرانی آج بھی دلوں پر قائم ہے۔ شہاب الدین غوری کو آج کتنے لوگ یاد کرتے ہیں جبکہ شیخ معین الدین چشتیؒ کی فرمانروائی آج بھی باقی ہے۔ سلطان شمس الدین التمش کے ہم عصر خواجہ بختیار کاکیؒ اور خلجیوں کا دربار سلطان المشائخ نظام الدین اولیاءؒ کے دربار کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتا تھا۔ سلطان محمد تغلق حضرت فرید الدین گنج شکرؒ کے پوتے شیخ علاء الدین کا مرید تھا۔ فیروز شاہ تغلق علاء الدین اجودھنی کے حلقۂ ارادت میں تھا۔

تیموری بادشاہوں میں ہمایوں حضرت غوث گوالیاری کے حلقۂ اثر میں تھا۔ اکبر کو شیخ سلیم چشتی سے جو عقیدت تھی وہ روز روشن کی طرح عیاں ہے۔ جہاں گیر شیخ سلیم چشتی کے سایۂ عاطفت میں پلا تھا اور بعد میں مجدد الف ثانیؒ کا عقیدت کیش بنا۔ شاہجہاں بچپن ہی سے مجدد صاحب کے حلقۂ ارادت میں تھا۔ عالم گیر نے سلوک و طریقت کی تعلیم حضرت مجدد صاحبؒ کے صاحبزادہ خواجہ محمد معصومؒ سے پائی تھی۔

علماء و ادباء و مشائخ و دینی مرشد سلطنتوں اور حکومتوں کے اصل معمار تھے۔ ان کی درویشی میں شہنشاہی اور قلندری میں شان سکندری تھی۔





مشائخ کی خانقاہیں، علماء کی درسگاہیں، مصنفین کی کتابیں ان سلطنتوں کے لیے دل کا کام کرتی رہیں یہ بادشاہ اور سلاطین اپنی سلطنت کی بقاء و استحکام کے لیے ان بوریہ نشین علماء و فضلاء و صلحاء کے قدم قدم پر محتاج تھے۔ یہ نفوس قدسیہ شبنم بن کر جگر لالہ میں ٹھنڈک پیدا کر سکتے تھے، طوفان بن کر دلوں کو ہلا بھی سکتے تھے۔

حضرات! ہندوستانی علماء و فضلاء و ادباء نے بھی اپنی علمی کاوشوں سے وہ کہکشاں سجائی ہے جس سے عالم اسلام کی آنکھیں بھی خیرہ ہیں ہندوستانی علماء مصنفین اور ادباء نے علوم اسلامیہ کی ہر شاخ تفسیر، تعلیقات نفسیر حدیث، متعلقات حدیث، عقائد، فقہ و اصول فقہ، لغت، شروح لغت، علم اسرار شریعت و فلسفہ و منطق، تاریخ، شعر و ادب پر بیش بہا کتابیں تصنیف کی ہیں جو کمیت اور کیفیت دونوں ہی اعتبار سے عالم اسلام میں لکھی جانے والی کتابوں اور تصانیف میں امتیازی درجہ رکھتی ہیں بلکہ کچھ موضوعات پر تو ان ہندوستانی علماء کی تصانیف اپنی ندرت تلاش و تحقیق میں ایکتا اور منفرد ہیں فن تفسیر میں شیخ علاء الدین دہایمی کی تبصیر الرحمٰن فیضی کی سواطع الالہام قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی تفسیر مظہری، ملا جیون کی تفسیرات احمدیہ، مولوی تراب علی کی ہدایت شرح جلالین، سید محمد دلدار علی کی سبع المثانی، سید محمد تقی کی ینابیع الانوار مولانا فیض الحسن سہارنپوری کی تعلیقات الجلالین نواب صدیق حسن خاں کی فتح البیان اور نیل المرام مولانا عبدالحق الہ آبادی کی الاکلیل علی مدارک التنزیل، مولانا حمید الدین فراہی کی نظام القرآن مفردات القرآن اور الامعان فی اقسام القرآن، مولانا محمد ادریس نگرامی ندوی کی تفسیر القیم لامام ابن قیم اور فن حدیث میں حسن بن محمد صغانی کی مشارق الانوار، شیخ علی متقی کی کنز العمال، علامہ طاہر پٹنی کی مجمع بحار الانوار، شیخ عبدالحق محدث دہلوی کی لمعات التنقیح علی مشکوٰۃ المصابیح، شاہ ولی اللہؒ کی مؤطا امام مالک کی شرح المسوی، مولانا عبدالحی فرنگی محلیؒ، مؤطا امام محمد پر تعلیق التعلیق الممجد، نواب صدیق حسن خاں کی عون الباری اور فتح العلوم مولانا طاہر احسن شوق نیموی کی آثار السنن، مولانا شمس الحق ڈیانوی کی عون المعبود، مولانا خلیل احمد سہارنپوری کی بذل المجہود، مولانا انور شاہ کشمیری کی فیض الباری، مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری کی تحفۃ الاحوذی، مولانا شبیر احمد عثمانی کی فتح الملہم مولانا محمد یوسف کی امانی الاحبار، مولانا ادریس کاندھلوی کی التعلیق الصبیح، مولانا ظفر احمد عثمانی کی اعلاء السنن، مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی کی مسند حمیدی کتاب الزہد والرقاق سنن، سعید بن منصور المطالب العالیہ مصنف عبدالرزاق مسند حمیدی وغیرہ، مولانا زکریا صاحب کی اوجز المسالک مولانا عبیداللہ رحمانی کی مرعاۃ المفاتیح، فقہ میں فتاویٰ عالمگیری، محب اللہ بہاری کی مسلم الثبوت، مولانا عبدالحی فرنگی محلی کا حاشیہ ہدایہ اور السعایہ عمدۃ الرعایہ، مولانا اعزاز علی کا حاشیہ نور الایضاح حاشیہ کنز الدقائق سماحاشیہ شرح وقایہ علم اسرار شریعت و عقائد میں شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی حجۃ اللہ البالغہ، نواب صدیق حسن خاں کی متعدد کتابیں خاص طور پر الدین الخالص، مولانا عبدالرحمٰن مبارکپوری رحمۃ اللہ کیرانوی کی اظہار الحق ازالۃ الاوہام اور ازالۃ الشکوک، مولانا محمد ادریس نگرامی کی العقیدۃ الحسنیہ فن لغت میں علامہ طاہر پٹنی کی مجمع بحار الانوار مرتضیٰ بلگرامی کی تاج العروس، مولانا محمد اعلیٰ تھانوی کی کشاف فی اصطلاحات الفنون ..... فن تاریخ میں شیخ عبدالقادر کی النور السافر غلام علی آزاد بلگرامی کی سبحۃ المرجان مولانا عبدالحی فرنگی محلی کی الفوائد البہیہ اور دوسرے رسائل نواب صدیق حسن کی ابجد العلوم، مولانا محمد یوسف کی حیاۃ الصحابہ، مولانا محمود حسن خان ٹونکی کی معجم المصنفین مولانا قاضی اطہر مبارکپوری کی رجال السند والہند اور الفتوحات الاسلامیہ فی الہند ایسی تصانیف و کتابیں ہیں جنہوں نے اسلامی ثقافت فکر اور علوم اسلامیہ کے سرمایہ میں بیش بہا اضافہ کیا ہے یہی نہیں بلکہ پوری اسلامی دنیا کے دینی و علمی و ثقافتی ورثہ میں ہندوستان کے حصہ کو طاقتور دلفریب انداز میں پیش کیا ہے کہ وہ اسلامی ممالک کے لیے بھی قابل رشک بن گیا ہے۔

عربی زبان کی ادا شناسی و برجستگی و روانی و قدرت اور موضوعات کے تنوع کے لحاظ سے مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی کی تصنیفات ہندوستانی عربی ادب بلکہ عالم عربی کے ادبی سرمایہ میں بالکل ہی منفرد اور جداگانہ اہمیت رکھتی ہیں بلکہ یہ کہنا حق بجانب ہوگا کہ شاید مولانا کو عربی زبان میں بلاد عربیہ میں دعوت کا ذریعہ بنانے میں اولیت حاصل ہے اور یہی وجہ ہے کہ مولانا کی تصنیفات بلاد عربیہ میں سکۂ رائج الوقت کا درجہ رکھتی ہیں۔ مولانا کی عربی تحریروں میں کیا زور و تاثیر خوبی و لطافت ہے اور وہ کون سی کشش ہے اور دعوت دین کی کون سی مخلصانہ تڑپ و بے کلی ہے جس نے اہل زبان کو مجبور کر دیا ہے کہ وہ نہ صرف

یہ کہ مولانا کی عربی تحریروں کا اعتراف کریں بلکہ ان کے فکر و خیالات و افکار کو حرزِ جاں بنائیں اور اس تائید و مدح وثنا میں رطب اللسان ہوں۔

حضرات!

آج جس شخصیت کی یاد میں یہ محفل سجائی گئی ہے اس کی علمی کاوشوں کے بارے میں ایک ذہین و فہیم عالم نے کہا تھا کہ یورپ میں جو کام اکاڈمی کرتی ہے وہ یہاں ایک آدمی نے کیا ہے میری مراد علامہ سید عبدالحی حسنی رحمۃ اللہ علیہ سے ہے جن کی سب سے گراں قدر تصنیف نزہۃ الخواطر ہے جو آٹھ ضخیم مجلدات پر مشتمل ہے اور جس میں لگ بھگ پانچ ہزار علماء و ادباء و شعراء اور صاحب کمال شخصیتوں کا تذکرہ مؤرخانہ دیدہ وری وسعت و جامعیت کے ساتھ کیا گیا ہے۔ صاحب ترجمہ کے اصل امتیاز و کمال اور اس کی حیثیت کے تعین میں توازن و اعتدال کا پورا پورا لحاظ رکھا ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ اس موضوع پر کام نہ ہوا ہو لیکن جو کچھ بھی ہوا تھا وہ مختصر اور تشنہ تھا۔

طبقات اکبری میں کچھ علماء کے حالات ملتے ہیں، ابوالفضل کے آئین اکبری و اکبر نامہ میں کچھ دانشمندوں کا تذکرہ موجود ہے۔ ملا عبدالقادر بدایونی نے منتخب التواریخ میں مشائخ، صوفیا، علماء و حکماء کے حالات قلم بند کیے ہیں ملا عبدالقادر نہاوندی نے عبدالرحیم خان خاناں کے حالات زندگی تین جلدوں میں لکھے ہیں جس میں خان خاناں کی مجلس کے علماء و حکما، و مشاہیر کا تذکرہ ملتا ہے تو زک جہانگیری میں بھی ادباء و فضلاء کا ذکر مل جاتا ہے۔ بادشاہ نامہ میں بھی اس دور کے مشاہیر کا تذکرہ ہے اورنگ زیب کے عہد میں بختاور خاں نے مراۃ العالم کے نام سے جو کتاب لکھی ہے اس میں بھی علماء کے حالات ملتے ہیں۔ سیر الاولیاء اخبار الاولیاء، مآثر الامراء فوائد الفواد، مآثر الکرام، سبحۃ المرجان حدیقۃ الاقالیم جیسی کتابیں لکھی گئی ہیں۔ لیکن اس موضوع پر سب سے زیادہ سنجیدہ ٹھوس اور علمی کام نزہۃ الخواطر کی صورت میں سامنے آیا جس میں پہلی صدی ہجری سے لے کر چودھویں صدی ہجری تک ہندوستانی مشاہیر کا تذکرہ آگیا ہے۔ اور اس طرح علامہ عبدالحی حسنیؒ نے اس قرض کو اتار دیا۔ جو ہندوستانی علماء پر باقی تھا۔ اور ان کی اس عظیم الشان علمی کوشش سے ہندوستانی علماء و فضلاء اس علمی دھارے میں شامل ہو سکے جو طبقات سیر و تراجم کی صورت میں عالم اسلام میں بہہ رہا تھا اور جس میں ابن جریر طبری کی تاریخ الرسل والملوک ابن کثیر کی البدایہ والنہایہ ابن اثیر جزری کی تاریخ الکامل ابن خلکان کی وفیات الاعیان ابن حجر کی الدرر الکامنہ مسعودی کی مروج الذہب حافظ سخاوی کی الضوء اللامع یاقوت حموی کی معجم الادباء ابن ابی اصیبعہ کی طبقات الاطباء تاج الدین سبکی کی الطبقات الشافعیہ امام ذہبی کی تذکرۃ الحفاظ نجمی کی خلاصۃ الاثر امام شوکانی کی البدر الطالع جیسی گراں قدر تصنیفات شامل ہیں۔

الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند میں ایک ہزار سال کے اسلامی عہد کے مصنفین اور ان کی تصنیفات کا تذکرہ ہے۔ یہ ایک ایسا علمی کارنامہ ہے جو اسلامی دنیا میں ہندوستانی مسلمانوں کی دینی، علمی و فکری خدمات سے متعارف کرانے کا بہترین ذریعہ ہے۔

الہند فی العہد الاسلامی میں ہندوستان میں اسلامی عہد کی پوری تصویر ابھر کر سامنے آجاتی ہے، سلاطین امراء اہل کمال کے تمدنی و تعمیری کارنامے، ملک کا جغرافیہ، اس کی پیداوار، موسم، سکے، تقریبات، نظم و نسق، آئین و قانون، پر علمی انداز پر بحث کی گئی ہے۔ گل رعنا صرف اردو ادب کی تاریخ ہی نہیں ہے۔ بلکہ اس میں آب حیات کی تاریخی تساہلات شعراء و ادباء کے باہمی تقابل کی ناہمواریوں کو دور کیا گیا ہے۔

حضرات!

ہندوستان کے مسلم سلاطین نے اگر اس ملک کو لال قلعہ کی مضبوطی، جامع مسجد کی پاکیزگی، تاج محل کی خوبصورتی، قطب مینار کی بلندی عطا کی ہے تو ہندوستانی علماء و ادباء کی علمی کاوشوں اور ان کی علمی خدمات نے ہندوستان کو عالم اسلام کی علمی محفل میں انکسار لیکن اعتماد کے ساتھ ایک پروقار مقام پر مسند نشیں کیا ہے۔

آج کی یہ محفل اسی اجمال کی تفصیل کے لیے آراستہ کی گئی ہے۔

نئے پرانے دردوں، زخموں، گلٹی، نالج
درد سر اور دانتوں وغیرہ کی بیماریوں کے
لئے ۶۵ سالہ پرانی عجیب و غریب یونانی دوا

دل آرام تیل رجسٹرڈ نمبر ۷۹۸

تیار کردہ حکیم قاسم حسین لکھنؤ
اسٹاکسٹ:- ہارون جنرل اسٹور، چکنڈی لکھنؤ۔
نوٹ:- جانڈس، دھات، لکوریا، شوگر سے جلد شفایابی
کے لئے ہم سے رابطہ قائم کریں۔ فون: 213629





# عشرۂ ذی الحجہ کی فضیلت

مولانا محمد خالد ندوی غازی پوری

اسلامی تقویم کا آخری مہینہ عید الاضحیٰ ہے، جس کو عام طور پر بقر عید بھی کہا جاتا ہے، اس مہینہ کی آمد سے قربانیوں کا وہ عظیم تصور پیدا ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں کا شعار رہا ہے۔

انسانی عظمتوں کی معراج اس مہینہ کی عظیم قربانیوں سے وابستہ ہے، یوں تو پورا مہینہ خدا کی قدرتوں اور حکمتوں کی نیرنگیوں کی آئینہ دار ہے لیکن عشرۂ اولیٰ (شروع کے دس دن) کی عظمتوں کا کیا پوچھنا، اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمتیں اس کے بندوں پر کس کس انداز میں سایہ فگن ہوتی ہیں اور اس کی نوازشیں کس کس عنوان سے اس کے دامن مراد کو بھرتی ہیں احادیث نبوی کے آئینہ میں ان کی جھلکیاں دیکھی جا سکتی ہیں۔

یوں تو پورا عشرہ نہ صرف برکتوں، سعادتوں سے بھرا ہوا ہے، بلکہ اس کے ساتھ ایک ایسے عظیم پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ولولہ، انقیاد، تسلیم و رضا، ایثار و قربانی کی تاریخ وابستہ ہے، جو اپنی فطری تعلیمات اور اپنے پیغام کی دلکشی اور ہمہ گیری کی وجہ سے مسلمانوں ہی کا نہیں دنیا کی دیگر اقوام کا بھی پیشوا سمجھا گیا ہے۔

جہاں تک ان دنوں کی غیر معمولی خصوصیتوں کا تعلق ہے اسلامی تعلیمات میں ان کا مقام بہت اونچا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں آیئے ان عظمتوں کی تحصیل کی کوشش کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کس پیارے اسلوب میں ان عظمتوں کی نشاندہی فرمائی ہے ایک حدیث میں فرمایا ہے:۔

"اچھے کاموں کے لئے اللہ تعالیٰ کو کوئی دن ان دنوں سے زیادہ پسندیدہ نہیں (ترمذی)

ایک دوسرے موقع پر ارشاد فرمایا۔

"ذی الحجہ کے دس اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب دنوں سے افضل ہیں، ان دنوں میں عبادت اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے لہٰذا تم ان دنوں میں کثرت سے لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کہتے رہو، ذکر الٰہی بہت کرتے رہو، اور ان دنوں میں ایک روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے، اور نیکیوں کا ثواب سات سو نیکیوں تک ہے (ترغیب ترہیب)

اس پورے عشرہ میں نویں تاریخ جسے عرفہ کہا جاتا ہے ایک خاص حیثیت کی حامل ہے، حدیث پاک میں ایک خاص انداز میں اس کی فضیلت بیان فرمائی گئی ہے، پورے سال کے دن سے اس کو افضل گردانا گیا ہے اس خاص دن کے اعمال کی فضیلت نہایت ہی اثر انگیز انداز میں یوں بیان فرمائی گئی ہے۔ ارشاد ہے:۔

"عرفہ کے دن اللہ تعالیٰ کی رحمت اپنے بندوں سے بہت قریب ہو جاتی ہے، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں اور ان کے بابرکت اعمال کو فرشتوں کے سامنے رکھتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے فرشتو! دیکھو، یہ ہیں میرے بندے"

اس کے روزے کے متعلق ارشاد گرامی ہے:۔

"جو شخص عرفہ کے دن یعنی نویں ذی الحجہ کو روزہ رکھے گا اللہ تعالیٰ اس روزے کی برکت سے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کی لغزشوں کا کفارہ بنا دے گا" (مسلم)

اسلام کا عظیم رکن حج اس کی ادائیگی کے لئے لاکھوں انسان اسی تاریخ میں میدان عرفات میں اپنے مالک کے حضور میں جمع ہوتے ہیں تو دل کی گہرائیوں سے اپنے مالک کو یاد کرتے ہیں کبھی جبل رحمت کو دیکھتے ہیں اور اس تصور میں کھو جاتے ہیں کہ اسی تاریخ میں سید المرسلین احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اسی پہاڑی کے دامن میں اپنے ایک لاکھ سے زائد جاں نثاروں کے ساتھ وقوف فرمایا تھا، اللہ کے حضور میں گڑگڑا کر دعائیں کی تھیں۔ لہٰذا حجاج کرام سر برہنہ چلچلاتی ہوئی دھوپ میں اللہ کے حضور کھڑے ہو کر دعاؤں میں مصروف رہتے ہیں، غیر حجاج کے لئے اس دن روزے کی ترغیب دی گئی ہے تاکہ اس تصور کا استحضار قائم رہے لہٰذا اس دن خاص طور پر روزوں کا اہتمام کرنا چاہئے، البتہ اس مہینہ کی ۱۰، ۱۱، ۱۲ اور ۱۳ ان چار تاریخوں میں روزہ رکھنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ ان دنوں میں روزہ رکھنا حرام ہے۔

عشرۂ ذی الحجہ کی ان عظمتوں کا تصور کیجئے اور ان آیتوں کی تلاوت کیجئے۔ اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:۔ وَالْفَجْرِ وَلَيَالٍ عَشْرٍ" اور قسم ہے فجر کی اور دس راتوں کی، اکثر مفسرین نے اس سے مراد ذی الحجہ کی ان دس راتوں کو لیا ہے، تو جس عشرہ کی خالق کائنات نے قسم کھائی ہو، اس کی عظمتوں کا کیا پوچھنا، لیکن افسوس کہ یہ پورا عشرہ ہماری غفلتوں کا شکار ہو جاتا ہے، قربانی کے جانوروں کی خرید و فروخت، بلاؤ، زردہ، بریانی قورمہ، سویاں اور دیگر اشیاء کی فراہمی میں ہمارا

سارا وقت صرف ہو جاتا ہے اور ہم اس طرف توجہ نہیں دے پاتے، حالانکہ قربانی کا عظیم فریضہ گھنٹی گائے، دنبہ، بکرا، بکری کی شکل میں ذبح کرنے سے پہلے ضروری تھا کہ پہلے اپنے نفس کی قربانی جو اطاعت و انقیاد اور تسلیم و رضا میں مضمر ہے اور وہی مطلوب ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:-

"لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَ لٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ"

ہرگز اللہ تعالیٰ کو قربانی کے جانور کا گوشت اور خون نہیں پہونچتا (تمہاری طاعت و انقیاد کا مظہر) تقویٰ خدا کے یہاں پہونچتا ہے۔

یعنی بارگاہِ رب العزت میں شرفِ قبولیت اسی کو ملتی ہے اور روزہ سراسر اسی طاعت و انقیاد کے استحضار کا نام ہے، "لعلکم تتقون" روزہ اس لئے فرض کیا گیا تھا کہ تم متقی ہو جاؤ۔ اس آیت میں روزہ کے اسی استحضار کی معنویت اور اثر انگیزی کو بیان کیا گیا ہے اور قربانی سے پہلے اس عشرہ میں روزہ کی ترغیب دے کر انسان کو اس بلند مقام پر فائز کرنے کی عملی ترکیب بتادی گئی جہاں سے اس کی قربانیاں زمین پر خون گرنے سے پہلے مقبول ہو جاتی ہیں۔

اسلامی عید کا تصور بھی یہی ہے کہ زیادہ سے زیادہ عبدیت کا تصور قائم ہو اپنے گناہوں کو یاد کیا جائے اور اپنے مالک کے احسانات عمیمہ کا تشکر ادا کیا جائے اس کے شکر کا طریقہ خانہ ساز نہیں، بلکہ اس نے خود فرمایا:-

"وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ"

اور یہ اس لئے ہے تاکہ تم اللہ کی بڑائی بیان کرو، اور تاکہ تم شکر گذار بنو۔

یہی وجہ ہے کہ عشرۂ ذی الحجہ میں کثرت سے اللہ اکبر اور لا الہ الا اللہ کہنے کا حکم دیا گیا ہے بلکہ نویں تاریخ کی صبح کی نماز سے تیرہویں تاریخ کی عصر کی نماز تک تکبیرات تشریق کا کہنا واجب قرار دیا گیا ہے، چنانچہ ہر فرض نماز کے بعد امام و مقتدی اور تنہا نماز پڑھنے والا سبھی لوگ بلند آواز سے یہ تکبیر کہیں گے: "اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر و للہ الحمد" اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے اور اللہ ہی کے لئے ساری تعریف ہے۔

مردوں کو بلند آواز سے اور عورتوں کو پست آواز سے کہنا واجب ہے، اگر تنہا نماز پڑھ رہا ہے تو بھی تکبیر کہے گا۔

شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے اپنی مشہور کتاب غنیۃ الطالبین میں لکھا ہے:-

"عید تو یہ ہے کہ انسان میں قبولیت و اطاعت اور عبادتِ الٰہی کے آثار پائے جائیں اور گناہوں کے کفارہ کے لئے کوشش کی جائے، برائیوں کو نیکیوں سے بدلنے کے لئے جدوجہد ہو، دل قوتِ ایمان اور یقین سے معمور ہو"

زبدۃ السالکین میں لکھا ہے:-

"عید میں مومن اور کافر دونوں شریک ہوتے ہیں اور ہر ایک کے واسطے اپنی اپنی علاحدہ علاحدہ عید ہے، مومن کی عید تو رضائے الٰہی ہے اور کافروں کی عید لہو و لعب اور بے شکم خوشی ہے، مومن تو اپنی عیدگاہ کی طرف جاتا ہے اور اس کے سر پر تاج ہدایت ہوتا ہے اور اس کی آنکھوں میں عبرت اور فکر کی علامت ہوتی ہے اور اس کے دل میں نورِ مغفرت ہوتا ہے، عاجزی و انکساری کا شیوہ ہوتا ہے۔"

حقیقت میں عیدین انھیں جذبوں کے فروغ کا اہم ذریعہ ہیں۔ لیکن کچھ غفلت و جہالت اور کچھ برادرانِ وطن کی نقالی و مصاحبت نے اس جذبہ ہی کو سرے سے ختم کر دیا ہے، ہمارے لئے ضروری ہے کہ اس جذبہ کو بیدار کیا کریں، اور عیدالاضحیٰ کی آمد سے پہلے اس فکر کو جمعہ کے خطبوں کے ذریعہ عام کرنے کی کوشش کی جائے، اس سلسلہ میں ائمہ عظام کو متوجہ ہونا چاہئے، اور خاص طور سے اس موقع پر بھی سادگی کا لحاظ رکھا جائے، نام و نمود، ریا اور ہر قسم کے دکھاوے سے پرہیز کیا جائے، بکرے کی خریداری میں بعض جگہوں پر متمول طبقے میں جو ایک (ہوڑ) مسابقت پائی جاتی ہے کہ فلاں کا بکرا پانچ ہزار کا ہے تو ہمارا بکرا دس ہزار کا ہوگا، اور اس میں اسراف کی حد تک اپنے قیمتی سرمایہ کو لگا کر ضائع کیا جاتا ہے۔ موجودہ حالات کی روشنی میں اس سے پرہیز کرنا چاہئے۔ جانور ایک دو ہزار میں اچھے مل جائیں گے اگر بقیہ پیسہ سے کسی یتیم کی دادرسی، کسی بیوہ کی اشک شوئی ہو جائے تو یہ بڑا عظیم کام ہوگا۔ دنیا کی نظر میں اس کی واہ واہ شاید نہ ہو سکے لیکن اللہ تعالیٰ کی نظر میں اس کا بڑا اونچا مقام ہے۔


بمبئی میں

اعلیٰ معیاری مٹھائی : بیکری مصنوعات

خصوصی مصنوعات

ڈرائی فروٹ، انجیر برفی، افلاطون، پائنا پل برفی، مینگو برفی، بادامی حلوہ، کاجو فلی، کاجو رول، گلاب جامن وغیرہ

شیرینی دنیا کا تاج

تاج کی مٹھائیاں

کرافٹ مارکیٹ جنکشن ۱۰۴ کرناک روڈ بمقابل کرافٹ مارکیٹ بھیڈی ۔ ۴۰۰۰۰۳

فون نمبر: ۳۴۲۱۵۷۸ —






## مولانا سید محمد ثانی حسنی رحمۃ اللہ علیہ کا

# سفرنامۂ حج و زیارت

(تیسری و آخری قسط)

حرم مکی و مدنی میں جو کچھ تبدیلیاں واقع ہوئیں اور اس سے متصل مکانات و عمارتوں، گلیوں اور بازاروں، اور رباطوں کا صفایا کر دیا گیا۔ آثار قدیمہ کا خاتمہ ہو گیا، مولانا ان باتوں کی تفصیلات ذکر کرنے کے بعد کثرتِ حجاج و آبادی کو بڑا سبب بتاتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

"ایسی ایسی تبدیلیاں واقع ہو گئی ہیں جو پہچاننے میں نہیں آتیں خصوصاً منیٰ میں رمی جمرات کی جگہ پل بنا دیئے گئے ہیں کہ ایک ساتھ ہزاروں حجاج رمی کر سکیں اور کوئی حادثہ نہ ہو، آبادی کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ حجاج کی تعداد بھی بڑھ گئی ہے ۴۷ء میں سوا لاکھ تھی ۸۱ء میں ۱۸ لاکھ ہو گئی"۔

### دوسرا سبب سعودی حکومت کی سختی و خشکی کو بتاتے ہوئے لکھتے ہیں۔"

"سعودی حکومت کی سختی اور خشکی کی وجہ سے اکثر مبارک آثار ختم ہو گئے، سقیفہ بنی ساعدہ جہاں خلافت اولیٰ کی بنیاد پڑی تھی اور ترکی زمانہ سے اس کا نشان موجود تھا۔ اب ایک تکونے پارک کی شکل میں ہے، اور اس پر کوئی نشان نہیں، کہ اجنبی آدمی یہ سمجھ سکے کہ یہاں یہ تھا، یہاں وہ تھا، ایسے موقع پر یہ شعر یاد آتے ہیں ؎

چمن کے تخت پر جس دم شہ گل کا تجمل تھا
ہزاروں بلبلیں تھیں باغ میں ایک شور تھا غل تھا
کھلی جب آنکھ نرگس کی نہ تھا جز خار کچھ باقی
بتاتا بانباں رو رو یہاں غنچہ و ہاں گل تھا"

مولانا اب جب ایک طرف طویل عرصہ کے بعد حرم شریف میں داخل ہوئے تو انھیں اس مقدس دیار میں اپنی گذشتہ آمد اور ہر چیز میں جدت اور فرق نظر آیا، مگر نہیں آیا تو وہ مؤذن کی اذان اور امام کی قرأت میں جس سے مولانا پر کیف طاری ہو گیا۔ وہ لکھتے ہیں۔

"مؤذن اور امام کی دلکش و پرنور آواز سے تیس سال پہلے کی آمد تازہ ہو گئی"۔ میدان احد گئے تو جنگ احد کا شدید منظر و حال آنکھوں کے سامنے آگیا۔ اور اسی خیال میں آپ تھوڑی دیر کے لیے گم ہو گئے۔

"سیدنا حمزہؓ، حضرت مصعب بن عمیرؓ اور عبداللہ بن جحشؓ کا خیال آتے ہی دل پر اثر پڑا، اور جو آج گلی کوچے بنے ہیں، اور جہاں موٹریں دوڑ رہی ہیں، بچے کھیلتے رہتے ہیں بکریاں بھاگتی پھرتی ہیں، وہ ۱۳ سو سال پہلے ۳ھ ہجری میں میدان جنگ بنا تھا، اور تلواریں چل رہی تھیں، یہی وہ جگہ ہے جہاں حضرت حمزہؓ بے دردی سے شہید کئے گئے تھے، یہی وہ جگہ ہے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ فداک أبی و أمی، یہی وہ جگہ ہے جہاں دندان مبارک شہید کئے گئے۔ اور جنگ کا پانسہ پلٹ گیا"۔

مزید لکھتے ہیں:-

"جبل احد اب وہ جبل احد نہیں ہے جو ہم ۲۱ سال پہلے دیکھ چکے تھے، اب حال یہ ہے کہ دامن احد تک آبادی ہے، اور ایک قصبہ معلوم ہوتا ہے"۔

مواجہ شریف پر حاضری کا حال مولانا اس طرح لکھتے ہیں:

"مواجہ شریف پر سلام کے لیئے حاضر ہوئے آنسو جاری تھے اور زبان پر صلوٰۃ و سلام کا ورد تھا، خصوصاً ماموں جی مولانا سید ابوالحسن علی ندوی پر عجیب کیف طاری تھا، ہچکیاں لے رہے تھے، اور سلام پڑھ رہے تھے،

مواجہ شریف حاضری کے بارے میں مزید رقمطراز ہیں:

"مواجہ شریف پر بکثرت آدمی تھے، ایک شخص جو عرب معلوم ہو رہا تھا، جالی کے پاس چیخ چیخ کر رو رہا تھا۔ سپاہی اس کو پیچھے کر رہے تھے، مگر وہ بے قابو تھا، اس کو چیختا اور ڈاڑیں مارتا ہوا دیکھ کر دوسرے بھی رو پڑے ہم پر بھی مواجہ شریف پر بعض وقت عجیب کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اور کون مسلمان ہے، جس پر یہ کیفیت طاری نہ ہوتی ہو۔ ہماری زبان پر بار بار اپنے ہدیۂ سلام کا یہ پہلا بند آجاتا ہے،

وہ رسالت مآب اور شہِ دو جہاں
پاک نام آپ کا لے یہ گندی زباں
ہے مجال اس کی کیا اور جرأت کہاں
اک خیال آ گیا اور آنسو رواں

سید ولد آدم وہ خیر الانام
اس پہ لاکھوں درود اس پہ لاکھوں سلام

اور کبھی کبھی منکرین رسالت کی طرف ذہن چلا جاتا ہے اور حضرت حسان ابن ثابتؓ کا یہ شعر بے اختیار زبان پر آجاتا ہے[1]

فان ابی ووالدہ وعرضی
معرض محمد منکم وقاء

مسجد نبوی کی حاضری کے آخری دن کے بارے میں مولانا لکھتے ہیں۔

"برابر یہ شعر زبان پر آتا رہا۔

ساقیا اب لگ رہا ہے چل چلاؤ
جب تلک بس چل سکے ساغر چلے"

مدینہ طیبہ سے نمدیدہ رخصت ہو کر مکہ مکرمہ جب تشریف لائے تو مولانا کی طبیعت کعبہ مشرف کے قریب ایسے وقت جانے کے لیے مضطرب رہی کہ جب وہاں لوگ کم سے کم ہوں اور آپ یہاں اپنی حاضری کو صحیح طور پر وصول کر سکیں چنانچہ ۱۲ بجے رات کو ایک رفیق کو ساتھ لے کر وہاں پہنچ گئے، جب اکثر لوگ میٹھی نیند سو رہے ہوتے ہیں، مولانا کہتے ہیں،

"کھانے کے بعد ہم لوگ لیٹ گئے، ۱۲ بجے اٹھ کر افتخار صاحب کے ساتھ حرم آئے، مطاف تقریباً خالی تھا، ۸ طواف کئے اور چالیس بار حجر اسود کو بوسہ دیا، ملتزم پر دعائیں کیں۔ اور تہجد ادا کی۔ آج کی رات بڑی عجیب سی لگی، زبان حال کہہ رہی تھی،

ساقیا اب لگ رہا ہے چل چلاؤ"

افتخار صاحب نے کہا کہ رات کو مولانا علی میاں طواف کر رہے تھے اور پڑھ رہے تھے کہ

تمتع من شمیم عرارنجد
فما بعد العشیۃ من عرار"

یہ تو مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی اپنی آخری حاضری کا اصغر اپنا حال تھا وہ حرم شریف کے دلکش منظر اور وہاں کی ایمان پرور فضا کی حاضری کا حال بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"علماء کی مجلسیں ہوتیں، مدرسین جگہ جگہ حلقہ بنائے درس دیتے۔ طواف کرنے والوں کی آوازوں، ملتزم پر رونے والوں کی ہچکیوں، حجر اسود پر پروانہ وار گرنے والوں کے بوسوں اور استلام، زمزم پینے والوں کا بئر زمزم پر ہجوم اور پلانے والے ڈول سے زمزم پلاتے اور لوگ پیتے تھے۔ نہاتے تھے۔ اور ان کی زبان حال پر ہوتا ہے

مرے ساقیا مرے ساقیا تجھے مرحبا
تو پلائے جا پلائے جا اسی چشم جام بجام سے

مولانا کے سفر نامہ کے یہ چند نمونے ہم نے پیش کئے جس میں پورا ایمانی جذبہ اور درد پایا جاتا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا نے کتنی دلسوزی اور درد و تڑپ کے ساتھ اور کیسی عقیدت و محبت میں ڈوب کر حرم، حدود حرم، اور مقامات حرم کا بڑے ہی خوبصورت اور دلآویز اسلوب میں ان واردات قلبی کا ذکر کیا ہے، جس میں ادب کی پوری حلاوت و چاشنی نظر آتی ہے، کسی بھی چیز کو اس کے نمونوں سے سمجھنا آسان ہوتا ہے۔ ہم اس بناء پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ مولانا کا یہ سفر نامۂ حج و زیارت اپنے خاص ادبی اسلوب، طرز نگارش اور جذبۂ ایمانی و دلسوزی کی وجہ سے نمایاں مقام رکھتا ہے[2]

---

[1] حقیقت میں یہ شعر آپ پر پورے طور سے صادق آیا ہے، ایک دن کے بعد آپ اس دیار مقدس سے اپنے وطن اور ٹھیک ایک سال بعد ۱۶ فروری ۱۹۸۲ء کو اس دار فانی سے دار بقاء کو کوچ کر گئے، رحمہ اللہ تعالیٰ وغفرلہ وتقبل خدماتہ۔

[2] یہ مقالہ اورنگ آباد مہاراشٹر میں رابطۂ ادب اسلامی کے زیر اہتمام "ادب الرحلات" کے موضوع پر ہوئے سمینار میں پڑھا گیا۔


بمبئی کے قارئینِ "تعمیرِ حیات" سے

بمبئی کے قارئینِ تعمیرِ حیات حضرات سے گذارش ہے کہ "تعمیرِ حیات" کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں۔ وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔

ALAUDDIN TEA
Tea Merchants
44, Haji Building,
S. V. Patel Road, Null bazaar, Bombay-400 003
Tele. : Add Cupkettle Tel. : 3762220/3728708
Tel. (R) 3095852

۲۴ نمبر اور ۱۲ نمبر کی اسپیشل چائے حاصل کیجئے۔






# قربانی ہر صاحب نصاب مسلمان پر فرض ہے

ابو حامد ندوی

عید الاضحیٰ کی اہمیت قربانی سے ہے عید الاضحیٰ جب آتی ہے تو ایثار و قربانی کے وہ مناظر جو اللہ کے ایک محبوب بندے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے معبود حقیقی کو راضی کرنے کے لئے اللہ تبارک وتعالیٰ کے حکم سے اپنے چہیتے بیٹے حضرت اسمٰعیلؑ کو منیٰ کی وادی میں قربانی کے لئے پیش کیا تھا اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی جگہ دنبے کی قربانی مقبول فرما کر اس سنت کو ملت ابراہیمی کے پیروکاروں پر لازم کر دیا۔ لہٰذا ساڑھے باون تولہ چاندی یا ساڑھے سات تولہ سونا کی مالیت جس کے پاس ہو اور وہ حوائج ضروریہ سے زائد ہو وہ صاحب نصاب کہلائے گا۔ اس پر قربانی واجب ہے اگر وہ قربانی نہیں کرے گا تو گناہ گار ہوگا لہٰذا ایک خاندان میں جو ایک ساتھ ایک گھر میں رہتے ہیں۔ متعدد افراد پر قربانی واجب ہو سکتی ہے، اگر گھر میں کئی صاحب استطاعت ہوں تو ہر ایک کی طرف سے قربانی ضروری ہے، عام طور پر لوگ ایک بکرا یا بڑے جانور میں ایک حصہ لے کر مطمئن ہو جاتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ یہ قربانی سب کی طرف سے ہوگئی ایسا نہیں ہے بلکہ ہر صاحب استطاعت کی طرف سے قربانی کرنا لازم و ضروری ہے۔ بعض لوگوں کو ایسا کرتے بھی دیکھا گیا کہ وہ بجائے اپنی طرف سے قربانی کرنے کے اپنے مرحومین میں سے کسی کی طرف سے یا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے قربانی کرتے ہیں۔ ایسا کرنے سے جن کی طرف سے قربانی کی جا رہی ہے ان کو ثواب تو ضرور پہونچے گا لیکن قربانی کرنے والے کے ذمہ سے فرض قربانی ساقط نہیں ہوگی اس ترک فرض پر وہ گناہ گار ہوگا، بالکل ایسے ہی جیسے کوئی شخص سال بھر روزہ رکھے اور اس کا ثواب مرحومین کو پہونچائے لیکن جب رمضان آئے تو روزہ نہ رکھے، یا نوافل نماز کا اہتمام تو کرے لیکن فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی کرے، تو ایسا کرنے والا اپنے فریضہ کی ادائیگی میں کوتاہی کرنے والا سمجھا جائے گا۔ اس سلسلہ میں بڑی کوتاہی ہوتی ہے۔

قربانی کے دنوں میں کوئی صاحب نصاب ہو گیا تو اس پر قربانی فرض ہو جائے گی اس مال پر سال گذرنا شرط نہیں۔

اسی طرح کوئی غریب شخص قربانی کی نیت سے کوئی جانور خریدتا ہے یا کسی بڑے جانور میں کوئی حصہ لیتا ہے تو اس کے ذمہ بھی قربانی لازم ہو جائے گی لیکن دسویں ذی الحجہ سے پہلے اگر کسی امیر نے ایسا کیا ہو تو جانور یا حصہ کو بدلا یا فروخت کیا جا سکتا ہے۔

جس کا ارادہ قربانی کرنے کا ہے اس کے لئے مستحب یہ ہے کہ ماہ ذی الحجہ کے آغاز سے جب تک قربانی نہ کرے جسم کے کسی عضو سے بال یا ناخن صاف نہ کرے کہ قربانی کرنے والا اپنی جان کے فدیہ میں قربانی کرنے والے کے جسم کے ہر جزء کا بدلہ ہے، جسم کا کوئی جزء نزول رحمت کے وقت غائب ہو کر قربانی کی رحمت سے محروم نہ رہے اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ حکم دیا ہے۔ لیکن چالیس دن سے زائد اگر ہو چکے ہوں تو کراہت سے بچنے کی خاطر ایسا کیا جا سکتا ہے۔


دل کی گہرائیوں میں اُتر جانے والا
مٹھاس کی دنیا میں ایک ہی نام

طہورا سوئیٹس

یہاں کی مٹھائیاں ہر دل کو بھا رہی ہیں

اسپیشل مٹھائیاں

• افلاطون • نان خطائیاں • ڈرائی فروٹ برفی
• انجیر برفی • اخروٹ برفی • ملائی برفی
• ملائی میگو • پائنا پل حلوہ • دودھی حلوہ
• گلاب جامن نیز قسم قسم کے لڈو اور مختلف قسم کی مٹھائیاں۔

۲۲۵/۴۵، بلاسس روڈ، ناگپاڑہ جنکشن، بمبئی ۸
فون نمبر:- ۳۰۸۲۷۷۳ - ۳۰۹۱۳۱۸

خط و کتابت کرتے وقت
خریداری نمبر اور اپنا پتہ
صاف اور خوش خط تحریر فرمائیں (راقم)

# سوال وجواب

محمد طارق ندوی

## قربانی کے مسائل

س:۔ قربانی کس پر واجب ہے؟

ج:۔ قربانی ہر اس مسلمان عاقل، بالغ، مقیم پر واجب ہے جس کی ملک میں ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت کا مال حاجات اصلیہ سے زائد ہو۔

س:۔ کیا قربانی واجب ہونے کے لئے سال گذرنا شرط ہے؟

ج:۔ قربانی واجب ہونے کے لئے مال پر سال کا گذرنا شرط نہیں ہے۔

س:۔ ایک شخص قربانی کی استطاعت رکھتا ہے پھر بھی نہیں کرتا تو کیا اس پر کچھ وعید ہے؟

ج:۔ ہاں! اس کے لئے سخت وعید ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شخص قربانی کی استطاعت رکھتا ہو اور قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے (یعنی وہ خدا کے حضور میں حاضری کے لائق نہیں ہے)۔

س:۔ عید الاضحیٰ کے دن مستحب یہ ہے کہ عید کی نماز تک کھانے پینے سے رکا رہے، یہ حکم کس کے لئے ہے، جو قربانی کرنے والا ہے اس کے لئے یا سب کے لئے؟

ج:۔ یہ صرف قربانی کرنے والے لئے نہیں ہے بلکہ سب کے لئے مستحب ہے کہ روزہ دار کی طرح رہیں۔ اور عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد کھائیں، اور اگر خود قربانی کی ہے تو اپنی قربانی سے کھائیں۔

س:۔ ایک شخص پر قربانی واجب تھی، لیکن اس نے قربانی نہیں کی یہاں تک کہ دن گذر گئے تو اب وہ کیا کرے؟

ج:۔ ایک بکری کی قیمت صدقہ کردے اگر قربانی کے لئے جانور لے لیا ہے تو اس کو اختیار ہے، چاہے تو اس کو صدقہ کردے، یا اس کی قیمت خیرات کردے۔

س:۔ چرم قربانی خود استعمال کرتے ہیں یا نہیں؟

ج:۔ خود استعمال کرسکتے ہیں، لیکن اگر اس کو فروخت کردیا ہے تو اب قیمت کا صدقہ کرنا لازم ہے، اس کو خود استعمال نہیں کرسکتے ہیں۔

س:۔ اگر بچہ صاحب نصاب ہو تو اس پر قربانی واجب ہے یا نہیں؟

ج:۔ بچہ پر قربانی واجب نہیں ہے، اگرچہ وہ صاحب نصاب ہو۔

س:۔ ایک شخص قربانی کا گوشت تقسیم نہیں کرتا بلکہ فریز میں رکھ کر کھاتا ہے، شرعاً اس کا یہ عمل کیسا ہے۔؟

ج:۔ اس کا یہ عمل خلافِ اولیٰ ہے، کیونکہ افضل یہ ہے کہ قربانی کا گوشت تین حصے میں تقسیم کرے، ایک حصہ اپنے اہل وعیال کے لئے رکھے، ایک حصہ احباب وغیرہ میں تقسیم کرے، ایک حصہ فقراء ومساکین میں تقسیم کرے۔

س:۔ کیا اس جانور کی قربانی کرسکتے ہیں جو صرف

(باقی ص ۲۹ پر)

## اعلان مفقود الخبر

مقدمہ ۲۱۱ سنہ ۱۴۱۷ھ

مدعیہ: یاسین بیگم بنت محمد اسلام مقام ڈہرہ ڈاکخانہ بشیشر گنج تھانہ سنگرام پور، ضلع سلطانپور

بنام

مدعیٰ علیہ: علی شیر ولد بھلر مقام سوناری ڈاکخانہ ٹیکر معافی تھانہ سنگرام پور ضلع سلطانپور

### اطلاع بنام مدعیٰ علیہ

مقدمہ ہذا میں مدعیہ یاسین بیگم بنت محمد اسلام کا بیان ہے کہ ۱۹۸۶ء میں مدعیٰ علیہ علی شیر ولد بھلر سے اس کا نکاح ہوا، نکاح کے چار ماہ بعد مدعیٰ علیہ علی شیر لاپتہ ہوگیا۔ اور آج تک اس کا کوئی پتہ نہیں چلا، اس دوران نہ تو وہ اپنے گھر آیا اور نہ ہی کوئی خط لکھا، میرے گزر بسر کے لیے نکاح ثانی ناگزیر ہوگیا ہے۔ اور بغیر نکاح کے میرے لیے باقی ماندہ زندگی گزارنا بہت دشوار ہوگیا ہے اس لیے میں مدعیٰ علیہ مذکور سے علیحدگی چاہتی ہوں میرا نکاح فسخ کردیا جائے"۔

لہٰذا اس اعلان کے ذریعہ آپ مدعیٰ علیہ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع مرکزی دارالقضاء اترپردیش لکھنؤ کو دیں اور مقدمہ کی پیشی مؤرخہ ۲۲ ذی الحجہ ۱۴۱۷ھ مطابق ۳۰ اپریل ۱۹۹۷ء بروز بدھ، بوقت ۲½ بجے دن مرکزی دارالقضاء (ندوۃ العلماء) یوپی لکھنؤ میں شواہد وثبوت کے ساتھ حاضر ہوکر رفع الزام کریں، بصورت عدم حاضری مقدمہ کی کارروائی مکمل کرکے مقدمہ فیصل کردیا جائے گا۔

فقط

قاضی شریعت
مرکزی دارالقضاء اترپردیش
ندوۃ العلماء پوسٹ بکس ۹۲ لکھنؤ الہند





# اجودھیا کا المیہ

مادھو گوڈبولے — ترجمہ — شارق علوی

قسط نمبر ۱۱

آخر کار اتر پردیش کی حکومت کے سپریم کورٹ، قومی یکجہتی کمیشن اور ہند سے کئے گئے وعدے اور یقین دہانیوں کے باوجود بابری مسجد منہدم کردی گئی اور وہاں ملبے کا ڈھیر لگ گیا۔ ملک کے سنجیدہ طبقے کے لیے یہ ایک برہمی اور آزادگی کا وقت تھا قومی سطح کے کہے جانے والے ان پارٹیوں کے لیڈروں نے کمزور اور مجبور لیڈر شپ کا مظاہرہ کیا۔ ان کے روکنے اور منع کرنے کے باوجود بھیڑ نے مسجد پر دھاوا بول کر اسے مسمار کردیا۔ اگرچہ ان کی ڈانٹ ڈپٹ تھا خانہ میں طوطی کی آواز جیسی تھی لیکن ان میں سے کچھ دل ہی دل میں خوش ہو رہے ہوں گے۔ کہ بھیڑ نے وہ سب کچھ کردیا جو وہ اپنی خود غرض اور مفاد پرستی کے لیے اور سیاسی فائدے کے لیے حاصل کرنا چاہتے تھے۔

شام کو کابینہ کی میٹنگ ہونے والی تھی میں وہیں موجود تھا کہ اتر پردیش کے گورنر کا فون آیا کہ کلیان سنگھ وزارت نے استعفیٰ دے دیا ہے۔ جب وزیر اعظم نے میرا ردعمل پوچھا تو میں نے کہا اس وقت ان کے از خود استعفے کا سوال نہیں پیدا ہوتا۔ بہتر ہوگا کہ وزارت کو برخاست کیا جائے اور قانون کی صورت حال کو بگاڑنے کی ذمہ داری عائد کرتے ہوئے وہاں صدارتی راج قائم کیا جائے، مشورے کے بعد وزیر اعظم نے گورنر سے کہا کہ وہ استعفے ابھی منظور نہ کریں کابینہ کا جلسہ ہونے جارہا ہے جو مرکزی مداخلت کے بارے میں غور کریگا اس کے بعد وہ کچھ کہہ سکیں گے۔

کابینی نوٹ جو ۶ دسمبر تک کے حالات کا احاطہ کرتے ہوئے تیار کیا گیا تھا اس کو عجلت میں ۶ دسمبر تک کے واقعات کی روشنی میں دوبارہ تیار کیا گیا۔ اور وزیر داخلہ سے منظوری حاصل کی گئی۔ وزارت کی برخاستگی اور صدر راج نافذ کئے جانے سے متعلق سرکاری حکم کا مسودہ جو وزارت قانون کے مشورے سے ۲۷ نومبر کو ہی تیار کرالیا گیا تھا یہ سب کاغذات ۶ بجے شام کو کابینہ کے جلسے میں رکھے گئے۔

کابینہ کے جلسے میں افسردگی اور شکست خوردگی کا ماحول تھا وہ وزراء جو شروع سے وزیر اعظم کے مبہم اور فیصلہ نہ لینے والے کردار سے بدظن تھے۔ انھوں نے کھل کر اس جرم اور غنڈہ گردی کی مذمت کی۔ کچھ نے وزارت داخلہ کو بھی ذمہ دار گردانا اور کچھ نے کھل کر وزیر اعظم پر حملہ کیا۔ وزیر اعظم نے کہا کہ کل تک وہ قومی اور بین الاقوامی پریس، میڈیا، صحافیوں اور مختلف سیاسی پارٹیوں کی تعریفوں کا مرکز بنے ہوئے تھے کہ انھوں نے بڑی خوش اسلوبی سے اس پیچیدہ معاملہ کو سلجھالیا ہے اور آج وہ ناکامیاب رہے اور مورد الزام ٹھہرائے جارہے ہیں۔ ٹھیک ہے یہ سب چلتا ہے۔

ارجن سنگھ نے اپنے متواتر مشورے کا حوالہ دیتے ہوئے کہا کہ انھوں نے ۶ دسمبر کو داخلہ سکریٹری کو فون سے خبردار کردیا تھا کہ اگر حالات کو اسی طرح بگڑنے کی اجازت دی جاتی رہی تو انھیں حکومت ہند کی ناکارکردگی اور نااہلی کو حق بجانب ٹھہرنے کے لیے نوٹ تیار کرنا پڑے گا آخر آج اسی کی نوبت آگئی۔ اس طرح اپنی پوری فرض شناسی اور چستی کا مظاہرہ کرنے کے باوجود کہ مرکزی حکومت فوری مداخلت کرے۔ وزیر اعظم کے فیصلہ لینے کی عادت سے مجھے لوگوں کی تنقید کا محور بننا پڑا۔ وزراء کے ایک گروپ نے کابینی جلسے میں فرقہ پرست سیاسی پارٹیوں، فرقہ پرست جماعتوں اور ان لوگوں کے خلاف جنھوں نے دانستہ یا نادانستہ بابری مسجد کے انہدام میں مدد کی ہے کے خلاف کارروائی کی بھی مانگ کی مگر وزیر اعظم نے یہ کہکر کہ اس پر بعد میں غور ہوگا جلسہ ملتوی کردیا وزیر داخلہ ضروری کاغذات کے ساتھ راشٹرپتی بھون پہنچے، جہاں رات نو بجکر دس منٹ پر صدر جمہوریہ نے اتر پردیش کی حکومت کو برخاستگی اسمبلی کی تحلیل اور صدر راج نافذ کئے جانے کے احکامات پر اپنی منظوری صادر فرمادی۔

گذشتہ کئی برسوں سے ان ریاستوں میں جہاں صدر راج نافذ ہوتا تھا گورنر کے

مشیر نیز دیگر اعلیٰ عہدیداروں کی تقرری کا کام وزارت داخلہ کی ذمہ داری تھی چنانچہ اتر پردیش میں صدر راج نافذ ہونے کی صورت میں جن لوگوں کی نامزدگی بحیثیت مشیر ہوسکتی تھی۔ اور افسران جو اہم عہدوں پر تعینات کئے جانے تھے ان کی فہرست میں نے پہلے ہی سے بنا رکھی تھی لیکن اس بار اتر پردیش میں صدر راج نافذ ہوتے ہی وزیر اعظم کے مشیر خاص کابینی سکریٹری راج گوپال نے وزیر اعظم کے ایماء اور منظوری سے مشیروں کا تقرر کردیا یہاں تک کہ وزیر داخلہ سے بھی مشورہ نہیں لیا گیا بعد میں ایک حکم جاری ہوا کہ آئندہ اس طرح کی تقرریاں۔ وزیر اعظم کی منظوری سے کابینی سکریٹری کا دفتر ہی جاری کرے گا۔ اس طرح مجھ پر لگایا جانے والا اس الزام کا میں نے نامزد کئے افراد کو اتر پردیش میں گورنر کا مشیر مقرر کیا اور مسلمان مشیر کی نامزدگی میں تاخیر کی بے بنیاد ہے۔

دو مشیر اشوک چندر اور بی کے گوسوامی کو ۶ دسمبر کو ڈیڑھ بجے قبل دوپہر میں نے اور راج گوپال نے ضروری ہدایات دیں اور ان کو جلد از جلد بی ایس ایف کے ہوائی جہاز سے لکھنؤ بھیجنے کا انتظام کیا گیا وہ روانہ ہوئے لیکن کہرے کی وجہ سے ان کا ہوائی جہاز لکھنؤ میں اتر نہیں پایا اور دلی واپس آگیا اسی دن وہ بعد دوپہر پھر لکھنؤ کے لیے روانہ ہوگئے۔

۶ اور ۷ دسمبر کی درمیانی شب کو میں اور میرے دیگر ساتھی دفتر میں ہی پورے ملک کی فرقہ وارانہ صورت حال کا جائزہ لے رہے تھے۔ اور ریاستوں کو ان کی ضرورت کے مطابق مدد فراہم کر رہے تھے، میں نے چیف سکریٹری یوپی اور ڈائرکٹر جنرل پولیس یوپی سے صدر راج نافذ ہونے کے فوراً بعد فون پر بات کی اور ان سے کہا کہ وہ اجودھیا میں حالات کو قابو میں لانے کے اقدامات کریں اس کے علاوہ وارانسی اور متھرا میں بھی مسجد اور مندر پر خاص نظر رکھیں حساس یا میں فرقہ وارانہ ہم آہنگی جلد سے جلد بحال کریں۔ میں نے ڈائرکٹر جنرل پولیس کو فوراً فیض آباد جانے کے لیے کہا کہ وہاں جاکر اجودھیا کمپلکس کو سرکاری تحویل میں لینے اور اور اس کے لیے اگر ضرورت ہو تو مرکزی نیم فوجی دستوں کے استعمال کے بارے میں ضروری کارروائی کریں۔

نیم فوجی دستوں کے سنیئر افسران کے مطابق جو فیض آباد میں قیام پذیر تھے ۶ دسمبر کی رات میں متنازعہ جگہ پر قبضہ کرنا اور اس سلسلے میں کوئی بھی کارروائی کرنا ممکن نہیں تھا۔ اس کی مختلف وجوہات تھیں، فضا کافی مکدر تھی اور کارسیوک جوش سے پاگل ہو رہے تھے مقامی پولیس اور انتظامیہ سے کسی بھی مدد کی امید عبث تھی۔ مرکزی دستوں کے ساتھ ضروری احکامات جاری کرنے کے لیے مجسٹریٹ موجود نہیں تھے اس کے علاوہ یوپی پولیس اور یوپی پی اے سی کے جوان کافی برہم اور خراب موڈ میں تھے۔ مرکزی نیم فوجی دستوں کی مداخلت سے آپس میں ٹکراؤ کی صورت پیدا ہونے کا بھی خدشہ تھا خاص طور سے ایسی صورت میں جبکہ ریاستی افسران کا رویہ متفرد ہو۔ صدر راج کے نافذ ہونے کی اطلاع ابھی اجودھیا اور فیض آباد میں تعینات نیچے طبقے کے عملے تک نہیں پہنچ پاتی تھی اس کی وجہ سے احکامات کی تعمیل میں بھی دشواری ہوتی۔ کثیر تعداد میں کارسیوک اب بھی اجودھیا میں موجود تھے اس کے علاوہ انھوں نے اجودھیا پہنچنے والے راستوں پر روک لگا رکھی تھی جس میں نیم فوجی دستوں کو وہاں پہنچنے میں دشواری ہوتی۔ کارسیوک صرف یہ کہ رام جنم بھومی۔ بابری مسجد کمپلکس کے پاس اکٹھا تھے بلکہ قریب میں ہی رام کتھا کنج اور مانس بھون میں ڈیرہ ڈالے ہوئے تھے نیم فوجی دستوں کو بابری مسجد تک پہنچنے میں مزاحمتوں کا سامنا کرنا پڑتا اور ممکن تھا کہ طاقت کا استعمال بھی کرنا پڑتا ایسی صورت میں فائرنگ بھی ہوتی اور اندیشہ تھا کہ کافی خون خرابہ ہو جاتا۔ بھگدڑ اور گھبراہٹ میں مرنے والوں کی تعداد بہت بڑھ سکتی تھی متنازعہ ڈھانچہ تو منہدم ہو ہی چکا تھا اس سے مورتیوں کو ۶ دسمبر کو دوپہر بارہ بجے ایک بجے اور ایک بجے کے درمیان ہٹا لیا گیا تھا جبکہ عمارت منہدم کی جا رہی تھی۔ ان کو شام ساڑھے چھ بجے اور سات بجے کے درمیان دوبارہ اپنی جگہوں پر رکھ دیا گیا تھا۔ یہ سب عمل صدارتی راج نافذ ہونے سے پہلے ہی پورا ہو چکا تھا، نیم فوجی دستوں کے اعلیٰ افسران جو فیض آباد میں ٹھہرے ہوئے تھے ان کی رائے تھی کہ رات میں اجودھیا پہنچ کر "کھنڈر" کو اپنے قبضے میں لینے سے ہزاروں جانوں کے جانے کا خطرہ ہے اور حاصل کچھ نہیں ہوتا ہے۔ اس لیے انتظار کیا جائے۔

حسین احمد ندوی

شعبان المعظم کے اخیر عشرہ میں دار العلوم میں سالانہ امتحانات حسب معمول سکون و اطمینان کی فضا میں اپنی انتہا کو پہنچے، ۵ شوال المکرم ۱۴۱۷ھ تک تعطیل کا اعلان ہوگیا۔ اور فرزندان ندوہ خوش و خرم اپنے گھروں کو روانہ ہوگئے۔

۶ شوال کو دار العلوم کے نئے تعلیمی سال کا آغاز ہوا، داخلوں کی کارروائی مکمل ہوئی اور ۱۸ شوال المکرم سے باضابطہ تعلیم کا سلسلہ جاری ہوگیا اسی کے ساتھ طلباء کی جملہ سرگرمیاں بھی از سر نو شروع ہوگئیں اور دار العلوم کی فضا قال اللہ و قال الرسول کی صداؤں سے گونجنے لگی۔

## حضرت مولانا کا اہم خطاب

حسب معمول نئے سال کی آمد پر محسن و مربی مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی دامت برکاتہم کا اہم خطاب دار العلوم کی عالی شان مسجد میں ہوا، مولانا نے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ میرے عزیزو اور بھائیو! ہمارا تعلیمی سال شروع ہو رہا ہے، تمام طلباء کو خواہ وہ قدیم ہوں یا جدید یہ سمجھنا چاہیئے کہ ہم اپنی کتاب زندگی کا نیا ورق پلٹ رہے ہیں۔ آپ ایک سفر پر روانہ ہو چکے ہیں۔ آپ کو چاہیئے کہ اس سے متعلق آپ اپنے اساتذہ سے اپنے عہد زوں سے نصیحتوں کا مطالبہ کریں، یہ آپ کا حق ہے، عزیزو! اس وقت کہنے کی باتیں بہت ہیں لیکن وقت کی تنگ دامنی مجھے اجازت نہیں دیتی کہ آپ سے تفصیلی اور فرداً فرداً گفتگو کروں، سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ کا عقیدہ خالص توحید پر ہو۔ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ کا یقین راسخ ہو، نافع و ضار سب کچھ خدا ہی کو سمجھتے ہوں، دوسری چیز اخلاص ہے آپ کسی بڑے سے بڑے بزرگ یا جن کا نام آپ دنیا میں روشن پاتے ہیں اگر آپ اس کی زندگی کا مطالعہ کریں گے تو اس کی زندگی کی تعمیر میں اخلاص کو ایک اہم عامل پائیں گے، ہر چیز کو اخلاص نے دوام بخشا ہے، تیسری چیز ذاتی محنت ہے۔ کسی کی شخصیت کو بنانے اور سنوارنے والی سب سے اہم اور بنیادی چیز اس کی ذاتی محنت، اس کی فکر دلگن، مقصد کی دھن اور تڑپ ہوتی ہے۔

مولانا نے فرمایا! آپ جس ادارہ میں ہیں یہ دو حیثیتوں سے قابل قدر ہے کیونکہ یہ ادارہ دینی تعلیم کے ساتھ ایک دبستان فکر اور جدید حالات کی روشنی میں دعوتی ادارہ بھی ہے یہاں کے قیام کو غنیمت جانو! محنت کرو پھر تو دنیا و آخرت دونوں تمہاری ہو جائیں گی۔ خدا تم کو اس کی توفیق عطا فرمائے کیونکہ یہ سب اسی کی توفیق پر منحصر ہے

## جمعیۃ الاصلاح کا افتتاحی جلسہ

اراکین جمعیۃ الاصلاح کا انتخاب عمل میں آنے کے بعد ۱۶ ذی قعدہ کو مولانا سید محمد رابع حسنی صاحب ندوی مدظلہ العالی مہتمم دار العلوم کی صدارت میں افتتاحی جلسہ منعقد ہوا، جلسہ کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا جس کی سعادت طالب علم عبد الحلیم کو حاصل ہوئی اس کے بعد ناظم الاصلاح برادرم سعود الحسن ندوی نے اپنا مقالہ نظامت پیش کیا جس میں اس کے اغراض و مقاصد اور فرزندان ندوہ کی ذمہ داریوں کی طرف ان کی توجہ مبذول کرائی۔

اخیر میں صدر محترم صدارتی خطبہ میں فرمایا کہ ایک داعی کے لیے جہاں جاں پر سوز، قلب سلیم اور نگہ بلند کی ضرورت ہے۔ وہیں تہذیب و ثقافت، معلومات کی بوقلمونی نے زبان کی روانی اور تحریر کی شگفتگی بھی ضروری ہے تاکہ زبان و قلم کی ادیبانہ و ساحرانہ خداداد صلاحیتوں اور طاقتوں کو امت کے تن مردہ میں روح پھونکنے اور تجدید و اصلاح کی انتھک کوشش میں صرف کر سکے لیکن یہ چیزیں ثقافت اور مختلف فنون کے مطالعہ سے پیدا ہوتی ہیں، کیونکہ نتائج آدمی کی کوشش اور جد و جہد کے مرہون منت ہوتے ہیں۔ اس کی بنیاد پر مسلمانوں نے سات سو سال تک ہندوستان میں حکومت کی ہے۔ لیکن جب مسلمانوں نے دینی اور مذہب سے پہلو تہی اختیار کی تو پھر غلامی کا جوا ان کے کاندھے پر ڈال دیا گیا اس کے برخلاف مغربی قوموں میں برتری کا جذبہ پیدا ہوا

شروع ہو گیا ہے یہاں تک کہ آج نئی نئی تحقیقات شروع کر دی ہیں۔ مغرب کا ہر فرد ہائی اسکول کی تعلیم کو اپنے لیے ضروری سمجھتا ہے چونکہ اسے معلوم ہے کہ علم ہی انسان کے ذہن کو وسیع کرتا ہے اور ساتھ ساتھ روشن مستقبل کا ضامن بھی ہوتا ہے

تاریخ عالم کی روشنی میں مولانا نے فرمایا کہ دینی و علمی تشخص کو برقرار رکھنے کے لیے خواب غفلت سے بیدار ہونا پڑے گا، زمانہ کے فتنوں کو سمجھنا ہوگا، قائدانہ زندگی گزارنے کے لیے تعلیم میں محنت کرنی پڑے گی ورنہ خود قوموں کے پیچھے چلنے، بر مجبور ہونا پڑے گا جو کبھی کبھی ٹھوکر بھی مار سکتی ہیں۔

## النادی العربی :

النادی العربی بھی ایک حساس اور فعال شعبہ ہے جس میں طلباء عربی زبان میں تقریر و تحریر کا ملکہ پیدا کرنے کی مشق کرتے ہیں، جناب مہتمم صاحب کی صدارت میں اس کا افتتاحی جلسہ منعقد ہوا۔ طالب سلم عبد الکبیر کی تلاوت کلام پاک سے جلسہ کا آغاز ہوا۔ اس کے بعد برادرم رضوان اختر ندوی (الامین العام) نے اپنا وقیع اور پر مغز مقالہ پیش کیا اس کے بعد صدر محترم نے اپنی تقریر میں عربی زبان کی اہمیت و افادیت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ عربی زبان ہی وہ تنہا زبان ہے جو خداوندی اسلوب بیان میں اوامر و نواہی الٰہیہ کی امین ہے یہی نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جس زبان میں گفت گو فرمائی اس کا سہرا بھی اسی زبان کے سر ہے۔

مولانا نے فرمایا کہ صحیح نیت کے ساتھ اس کا سیکھنا اور اس میں ادراک پیدا کرنا بھی عبادت ہے۔ اس کے لیے آپ محنت کریں چونکہ کامیابی اسی میں ہے اس کے لیے

# کاش کچھ ہوتا کہ جس سے ہوتی تعمیر حیات

خلیل احمد پرتاپ گڈھی

حالِ دل کا، گر ہمارا قول ہوتا ترجماں
کیا سمجھتے لوگ ہم کو اور ہم ہوتے کہاں

ہم نے تو خود ہی لٹا دی وہ متاع بے بہا
جس سے دم سے ہم رہے ہیں کامیاب و کامراں

خوف دنیا کا دلوں میں آگیا ہے کس قدر
جب سے نکلا ہے دلوں سے خوف ربِ دو جہاں

عیش و عشرت کے جہاں میں کس طرح ہم کھو گئے
خواب غفلت نے ڈبویا کشتیٔ آب رواں

آج وہ سکھلا رہے ہیں ہم کو جینے کا سبق
راہ حق میں طفل مکتب بھی نہیں جو بے گماں

اہل ایماں مر کے سر کے رخصت ہو گئے
آہ! اب تو رہ گئی ہے صرف اُن کی داستاں

کاش کچھ ہوتا کہ جس سے ہوتی تعمیر حیات
کاش راہِ راست پر ہر قافلہ ہوتا رواں

کاش ہوتی یہ تڑپ ہر فرد کے دِل میں خلیل
بن کے رہتے مرد میداں اور میر کارواں

اہتمام اور کثرت مطالعہ کا ہونا ضروری ہے جس سے زبان پر قدرت، نطق میں سرعت اور طرز تحریر میں پختگی پیدا ہوگی۔ اور اس کے لیے اور بھی مفید مشوروں سے نوازا،

## جمعیۃ الاصلاح رواق سلیمانیہ

عازدی تعدہ بعد نماز مغرب جناب مہتمم صاحب کی صدارت میں افتتاحی جلسہ منعقد ہوا تلاوت کلام پاک کے لیے شفیع الرحمٰن متعلم درجہ عالیہ رابعہ شریعہ کو دعوت دی گئی، ناظم الاصلاح برادرم زبیر احمد نے اپنا مقالہ پیش کیا اس کے بعد مربی جمعیۃ الاصلاح جناب مولانا شمس الحق صاحب ندوی نے جناب مہتمم صاحب کی شخصیت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ میں مہتمم صاحب سے زانوئے تلمذ تہ کرنے اور عرصہ سے آپ کی صحبت میں رہنے کے بعد اس نتیجہ پر پہونچا ہوں کہ آپ اگرچہ ڈاکٹر نہیں ہیں لیکن ڈاکٹر گر ضرور ہیں سب سے برادرانہ تعلق رکھتے ہیں، حالات حاضرہ پر گہری نظر رکھتے ہیں حسنی سادات کی امتیازی شان آپ کے اندر بدرجۂ اتم موجود ہے ہم سب آپ کی رہنمائی اور نیک مشوروں کے محتاج ہیں۔

اخیر میں صدر جلسہ نے سماجی اور طبیعاتی علوم پر تفصیل سے روشنی ڈالتے ہوئے فرمایا کہ علوم دینیہ کے ساتھ سماجی علوم یعنی تاریخ جغرافیہ وغیرہ، سے واقف ہونا بھی ضروری ہے۔ اس طرح آپ کی دعا پر جلسہ اختتام کو پہنچا اور تمام شریک ہونے والے طلباء نے زبان حال سے یہ کہتے ہوئے واپس ہوئے۔

خونِ دل دے کے نہوریں گے گیسوئے گل
ہم نے گلشن کے تحفظ کی قسم کھائی ہے





# مطالعہ کی میز پر

تبصرے کیلئے کتابوں کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے!

نام کتاب - تدبر حدیث

از: ڈاکٹر سید محمد لقمان صاحب اعظمی ندوی

ترجمہ: از جناب مولانا شمس الحق صاحب ندوی

اڈیٹر تعمیر حیات، استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

سائز ۱۸×۲۲/۸، صفحات ۲۸۰، کتابت وطباعت معیاری، قیمت ۵۵/- روپئے۔

ملنے کا پتہ:- مرکزی مکتبہ اسلامی پبلشرز۔ دہلی ۶

ہم سب لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔ (صلی اللہ علیہ وسلم) کا اقرار و اعلان کر کے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان لاتے اور اس کا اظہار کرتے ہیں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ذریعہ ہم کو اللہ کی معرفت حاصل ہوئی اور آپ ہی کے ذریعہ ہم کو اللہ کا کلام بہ شکل قرآن مجید حاصل ہوا۔ اللہ کے احکام اور پیغام کو نظری حیثیت سے سمجھنے اور عمل میں لانے اور برتنے میں ہم اللہ کے رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے محتاج ہیں آپؐ نے اللہ کا پیغام پوری طرح امت کو پہنچا دیا سمجھا دیا اور عمل میں برت کر دکھا اور سکھا دیا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جہاں اللہ کے کلام قرآن مجید کو پوری طرح اخذ کر کے محفوظ کر لیا وہیں آپ کی جملہ احادیث کو (جو قرآن و اسلام کی عملی تفسیر ہیں) بھی محفوظ کر لیا۔ اور اپنے بعد والوں کو پہنچایا۔ اللہ جزائے خیر دے اور درجات بلند کرے

ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

علمائے امت کو کہ انھوں نے صحابہ کرامؓ کے اس عمل کو جاری رکھا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کا علم ہم تک پہنچا اور آئندہ بھی تا قیامت یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

انھیں خادمین احادیث نبویہ میں ہمارے مولانا سید محمد لقمان صاحب اعظمی ندوی ہیں جو آجکل سعودی عرب کے شہر حائل کے ٹریننگ کالج میں لکچرر ہیں، انھوں نے روزمرہ کام آنے والی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات پر مبنی کچھ احادیث کا ایک مجموعہ ٹریننگ کالج کے طلباء کے لیے تیار کیا اور ہر حدیث کی مناسب ترین تفہیم و تشریح فرمائی۔ جس کا عمومی طریقہ رہا کہ پہلے مناسب عنوان دے کر حدیث درج کی گئی پھر مناسب تشریح بیان ہوئی، پھر حدیث کا فقہی پہلو سامنے لایا گیا۔ آخر میں حدیث کو موجودہ حالت سے جوڑا گیا۔

اللہ جزائے خیر دے جناب مولانا شمس الحق صاحب ندوی اڈیٹر تعمیر حیات، استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کو کہ انھوں نے اس کتاب کو بڑی دیدہ ریزی سے عربی سے اردو میں منتقل کیا اور یہی نہیں بلکہ ان منتخب احادیث کی تعلیم عام کرنے کی غرض سے اسی کو تسطوار تعمیر حیات میں شائع فرمایا اور اب یہ کتاب اردو کی اچھی کتابت و طباعت کے ساتھ ہمارے سامنے ہے۔

کتابی شکل میں لانے میں بعض مفید ترین حذف و اضافے بھی ہوئے ہیں ان میں کتاب کے آخر میں حدیث کے صحابی راوی کے مختصر حالات بھی دیئے گئے ہیں۔

ترجمہ کی خصوصیت یہ ہے کہ کہیں سے بھی ترجمہ نہیں لگتا بلکہ کتاب اور بحیثیت تالیف معلوم ہوتی ہے۔ کتاب کا عربی نام "دراسات فی الحدیث النبوی" ہے۔

احادیث کا یہ مجموعہ پڑھے لکھے مسلمانوں کے لیے خاص تحفہ ہے۔ دینی مدارس کے طلباء کے لیے بھی یہ کتاب از حد مفید ہے۔ ساتھ ہی کالج اور یونیورسٹیوں میں اردو پڑھنے والے طلباء کو بھی اس کتاب کے پڑھنے کا مشورہ دینا چاہیئے۔ کاش کہ یہ کتاب ہندی اور انگریزی میں بھی آجاتی۔

## بقیہ:- سوال و جواب

ایک آنکھ سے دیکھتا ہو، اسے دوسری آنکھ سے نہ دکھائی دیتا ہو؟

ج:- نہیں! ایسے جانور کی قربانی نہیں کر سکتے ہیں؟

س:- کیا اس جانور کی قربانی کر سکتے ہیں جس کے کان کٹے ہوں؟

ج:- نہیں! ایسے جانور کی قربانی نہیں کر سکتے ہیں جس کے کان کٹے ہوں۔

س:- کیا بیوی کی طرف سے قربانی کرنا واجب ہے؟

ج:- واجب نہیں ہے۔

س:- ذبح کرتے وقت جانور کا رخ قبلہ کی طرف کرنا کیسا ہے؟

ج:- مسنون ہے۔ بغیر عذر قبلہ کی جانب نہ کرنا خلاف سنت ہونے کی وجہ سے مکروہ ہے۔

## بقیہ: درس حدیث

اور جس پر پابندی ہو سکتی ہو، کہ اللہ تعالیٰ ثواب دینے سے نہیں تھکے گا اور تم عمل سے تھک جاؤ گے، پسندیدہ دینداری وہی ہے جس پر اس کا عمل کرنے والا پابندی کر سکے۔

قاضی ابوبکر بن عربی نے کہا کہ اللہ سے محبت کے معنیٰ یہ ہیں کہ ثواب کی نیت سے کام کیا جائے، یعنی زیادہ ثواب اسی عمل پر ہے جس پر پابندی کی جائے، امام نوویؒ فرماتے ہیں، کہ تھوڑے پر پابندی سے اطاعت، ذکر و مراقبہ خلوص اور توجہ الی اللہ کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے اس کے برخلاف مشقت میں ڈالنے والا زیادہ عمل اکثر ہٹ پیدا کر دیتا ہے اور وہ بات نہیں حاصل ہو پاتی جو تھوڑے اور اطمینان و توجہ کے ساتھ ہونے والے عمل میں پائی جاتی ہے کہ یہ تھوڑا عمل بڑھ کر اس زیادہ عمل کے مقابلہ میں جس پر پابندی نہ ہو سکے اللہ تعالیٰ کو کئی گنا زیادہ راضی اور خوش کرنے والا بن جاتا ہے۔ ابن جوزیؒ فرماتے ہیں کہ (پابندی سے ہونے والا عمل اللہ کو زیادہ پسند ہے) کے دو معنیٰ ہیں ایک یہ کہ عمل شروع کر کے چھوڑ دینے والا ایسا ہے جیسے ملاقات کے بعد واپس آجانے والا گرگناہ کا سبب ہے اسی وجہ سے کسی آیت قرآنی کو یاد کرنے کے بعد بھلا دینے کی بڑی وعید آئی ہے، حالانکہ نیا دکر سکنے پر یہ وعید نہیں ہے، دوسرے معنیٰ یہ ہیں کہ نیک کام پر مداومت کرنا پابندی سے خدمت کرنے والے کی طرح ہے، وہ شخص جو پابندی کے ساتھ ایک خاص وقت میں دروازے پر موجود رہے وہ اس شخص کی طرح نہیں ہو سکتا جو پورے دن دروازہ پر رہے اور پھر غائب ہو جائے لے

لہٰذا مسلمان سے وہی عمل مطلوب ہے، جس پر سہولت و آسانی کے ساتھ عمر بھر عمل ہو سکے۔ حضرت عائشہؓ کے بطور تعریف حضرت خولاء کی کثرتِ نماز کا ذکر کرنے کے وقت حضور کے ارشاد کا مقصد پوری امت کی رہنمائی اور تنبیہ پر مبنی ہے،

دین کی آسانی کو واضح کرنے کے لئے اس سے بھی زیادہ واضح واقعہ حضرت عبداللہ بن عمروؓ بن العاص کا ہے جو عابد و عالم اور صحابی رسول تھے اور صحابی زادہ بھی تھے، وہ شوق عبادت تلاوت قرآن اور کثرتِ نوافل میں مشہور تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جس طرح اعتدال اپنانے کی ہدایت فرمائی، وہ تربیت کا وہ طرز ہے جو دین کی آسانی اور سہولت کو واضح کرتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے روایت ہے، فرمایا (میں نے قرآن کو جمع کیا اور ایک ہی رات میں پورے قرآن کی تلاوت بھی کی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک ماہ میں قرآن ختم کیا کرو، ہم نے عرض کیا اللہ کے رسول ہم کو اپنی قوت و جوانی سے فائدہ اٹھانے دیجئے، تو آپ نے فرمایا اچھا بیس دن میں ختم کیا کرو، ہم نے عرض کیا مجھے اجازت دیجئے کہ فائدہ اٹھاؤں، آپ نے فرمایا اچھا سات دن میں ختم کیا کرو، پھر میں نے کہا مجھے فائدہ اٹھانے دیجئے۔ تو آپ نے انکار فرما دیا۔

یہ ایک تعمیری سوال و جواب اور ذوق عمل پیدا کرنے والا تربیتی نمونہ ہے، ایک نوجوان اس مسلمان کثرت عبادت و تلاوت کا شائق ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے جوش میں اعتدال پیدا فرماتے ہیں۔ اور شوقِ فراواں کو کم فرماتے ہیں اس کو اعتدال و توازن کی تعلیم دیتے ہیں۔

علامہ ذہبی اس واقعہ کی وضاحت کرتے ہیں کہ کئی مرتبہ آپ کے منع کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ تین دن سے کم میں قرآن کریم کا ختم کرنا مکروہ ہے، کہ اس صورت میں قرآن فہمی اور معنیٰ پر غور و خوض نہ ہو سکے گا، اور اگر سات دن میں ختم کرے گا، اور اس کی پابندی کرے گا، تو بہتر عمل ہوگا، معلوم ہوا کہ دین آسان ہے۔

یہی عبادت گذار صحابی جب بوڑھے ہو گئے تو فرماتے تھے کہ کاش ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رخصت کو مان لیا ہوتا اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے روزوں کو کم فرماتے رہے حتیٰ کہ فرمایا اچھا ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن ناغہ کرو کہ یہ ہمارے بھائی داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے۔ یہ ہے حدیث کا مفہوم، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد (أحب الأعمال أدومها وإن قل) کے معنیٰ۔

## حدیث کا فقہی پہلو

عبادت کے اندر غلورات کے نوافل و دیگر شرعی اعمال سب کو مشتمل ہے۔

علیکم کا لفظ مرد عورت دونوں کے لئے ہے (فواللہ) سے معلوم ہوا کہ قسم کھلائے بغیر قسم کھائی جا سکتی ہے اور جب کسی دینی کام کی اہمیت بتانی ہو تو مستحب ہے، ایسے ہی اگر کسی ممنوع کام سے نفرت دلانی ہو تو بھی قسم مستحب ہے

## موجودہ حالات میں حدیث سے کیا رہنمائی ملتی ہے

۱۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عبادات کے آسان اور معتدل ہونے کو سمجھنے کا بہترین پیمانہ اپنے معمول پر پابندی ہے، اس لئے کہ یہ دوسروں کے لئے نمونہ بنتا ہے اور ان کو اس دین کی طرف متوجہ

(باقی صفحہ ۱۵ پر)

لے فتح الباری ج ۱۲ کتاب الایمان باب أحب الدین الی اللہ





مختصر

# عالمی خبریں

معید اشرف ندوی

• سعودی وزیر داخلہ شہزادہ نصیف بن عبدالعزیز نے بلجیم کے دو اخبارات کو انٹرویو دیتے ہوئے کہا کہ سعودی مملکت میں کسی طرح کی کوئی اپوزیشن نہیں ہے اور غیر ممالک میں جو لوگ حکومت پر تنقید کرتے رہتے ہیں وہ اتحاد و اتفاق کی راہ سے ہٹ کر خود اپنی اغراض کے لئے ایسا کر رہے ہیں، انھوں نے کہا کہ جہاں تک اپوزیشن کا سوال ہے اس کے نہ ہونے کے باوجود بھی خادم حرمین شریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز کی زیر قیادت حکومت اور عوام کے درمیان مضبوط ہم آہنگی ہے جس سے اپوزیشن کا مسئلہ خود بخود حل ہو جاتا ہے۔

• کینیڈا کے پاپ اسٹار داوینگ براؤن نے گذشتہ دنوں جدہ میں اسلام قبول کر لیا ہے اور اب انھوں نے اپنا اسلامی نام محمد براؤن رکھا ہے، مذکورہ پاپ اسٹار جو کینیڈا میں عالمی شہرت یافتہ ڈانسر اور مائیکل جیکسن کے بھائی جمی جیکسن کے ساتھ اپنے شو منعقد کیا کرتا تھا جب جمی جیکسن نے اسلام قبول کیا تو پہلی بار لفظ اسلام سے براؤن مانوس ہوا، براؤن جس کی پیدائش و پرورش خالص کیتھولک گھرانے میں ہوئی، جمی جیکسن حج بیت اللہ کی ادائیگی کے بعد سعودی عرب سے اسلام کے موضوع پر کتابیں لائے جن کے مطالعہ کے بعد وہ اسلام کی جانب مائل ہوا محمد براؤن بتاتے ہیں کہ اسلام کے موضوع پر کتابوں کا مطالعہ کرنے کے بعد اسلام کی حقانیت مجھ پر واضح ہوتی چلی گئی ورنہ اس سے قبل اسلام کو میں ایک دہشت گرد اور از کار رفتہ دین سمجھتا تھا مگر کتابوں کے مطالعہ نے مجھ پر ایک نئی دنیا روشن کر دی ایک مرتبہ میں اپنی والدہ کے پاس نیویارک گیا جہاں میری قیام گاہ کے قریب ہی پانچ وقت بلند آواز سے اذان کہی جاتی تھی چنانچہ ہر اذان کی آواز میرے دل کی دنیا میں ہلچل مچانے لگی اس کے بعد جذبۂ شوق کی رفتار مجھے مصر اور سعودی عرب لائی جہاں میں نے نہایت قریب سے مسلم معاشرہ اور ماحول کا مطالعہ کیا بالآخر میں نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا۔

• آئرلینڈ میں پہلے اسلامی اسکول کا وجود عمل میں آگیا ہے جس کا آغاز ۱۹۹۳ء میں ہوا تھا، اس اسکول کا افتتاح ملک کے صدر نے کیا اور اس موقع پر اپنی تقریر میں کہا کہ اسکول اسلامی اقدار کو فروغ دے گا اور اس اسکول کا قیام ملک کی تاریخ میں ایک اہم سنگ میل ثابت ہوگا واضح رہے کہ آئرلینڈ میں آباد مسلمانوں کی تعداد تقریباً دو ہزار ہے۔

• ترکی کے صدر سلیمان دیمرل نے بتایا ہے کہ عنقریب اسلامی اسٹینڈرڈ آرگنائزیشن یعنی اسلامی تنظیم معیارات قائم کی جائے گی اس کی غرض و غایت مسلم ممالک کی مصنوعات کے معیار میں یکسانیت پیدا کرنا ہے تاکہ ان کے مابین تجارت کو تقویت ملے۔

اسلامی ممالک کی تنظیم (او آئی سی) کی تجارتی و معاشی تعاون کی کمیٹی نے اس کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ مسٹر دیمرل اس کمیٹی کے سربراہ ہیں۔

قرآن کریم کی مقدس آیات اور احادیث نبویؐ دینی معلومات میں اضافے اور تبلیغ کیلئے خانۂ کعبہ کی ہر ان اعلام آپ پر فرض ہے، اللہ ان صفحات پر یہ آیات درج ہوں انہیں بھی اسلامی طریقے کے مطابق پورے احترام سے محفوظ رکھیں

قنوج کے قدیم مشہور و معروف کارخانہ سے تیار کردہ خوشبودار عمدہ و اعلیٰ عطریات "شمامۃ العنبر، عطر گلاب، روح خس، عطر موتیا، عطر حنا، عطر گل، عطر کیوڑہ اس کے علاوہ فرحت بخش، دیرپا خوشبو ہول سیل ریٹ پر ملتے ہیں۔
ایک بار آزما کر خدمت کا موقع دیں۔
فون نمبر ۳۴۴۳۵
محمد یٰسین محمد یامین تاجران عطر
ایکسپورٹر اینڈ امپورٹر۔ قنوج۔ یوپی
آئیڈیل پرفیوم سینٹر (پرائیوٹ لمیٹڈ) قنوج